بیادگار شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ شیرانوالہ دروازہ لاہور

جہاد نمبر

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

۱۹ نومبر ۱۹۶۵ء
۲۴ رجب المرجب
۱۳۸۵ھ

ہدیہ ۵۰ پیسے

ادارہ خدام الدین

اپنے صف شکنوں کو سلامِ عقیدت و محبت اور ہدیۂ اخلاص پیش کرتا ہے

ادارہ خدام الدین سلام کہتا ہے ان فرزندان اسلام کو جو محض رضائے ایزدی کی خاطر اسلامی سرحدات کی حفاظت پر مامور ہیں۔

ادارہ خدام الدین سلام کہتا ہے ان جانباز شہیدوں کو جنہوں نے اسلام کی کھیتی کو اپنے خون سے سیراب کیا۔

ادارہ خدام الدین سلام کہتا ہے ان جیالے صف شکنوں کو جو اپنے مورچوں میں ڈٹے ہوتے ہیں اور دشمنانِ اسلام کا سر کچل دینے کے لئے بے تاب و بے قرار ہیں۔

ادارہ خدام الدین سلام کہتا ہے ان جوان ہمت غازیوں کو جنہوں نے سترہ روزہ جنگ میں بھارتی سورماؤں کی امیدوں کو خاک میں ملا دیا اور بھارتی قوت کی کمر توڑ کر رکھ دی۔

ادارہ خدام الدین سلام کہتا ہے ان رہروان منزلِ حریت کو جو اللہ کی راہ میں قربان ہو جانا اپنی سب سے بڑی کامیابی و کامرانی خیال کرتے ہیں۔

ادارہ سلام کہتا ہے ان کشمیری مجاہدین کو جنہوں نے اپنی جان کی بازی لگا کر آزادی کی شمع کو روشن رکھا اور درندگی و سفاکی کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں کے خلاف سینہ سپر ہو گئے۔

ادارہ خدام الدین سلام کہتا ہے کشمیر کے ان عظیم سپوتوں کو جنہوں نے قید و بند کی سختیاں جھیلیں، مصائب و آلام کے طوفانوں سے کھیلے اور دار و رسن کی آزمائشوں سے ہنسی خوشی گزر گئے مگر آزادی کے پرچم کو سرنگوں نہ ہونے دیا۔

ادارہ سلام کہتا ہے کشمیر کی ان بیٹیوں کو جنہوں نے اپنے خون سے آزادی کے نقوش کو اجاگر کیا اور حضرت سمیہؓ کے نقش قدم پر چل کر تاریخ اسلام کے چہرے کی آب و تاب کو قائم رکھا۔

ادارہ سلام کہتا ہے ان غیور اور بہادر ماؤں کو جنہوں نے قرنِ اول کے واقعات کی یاد تازہ کر دی اور اپنے دل کے ٹکڑوں کی شہادت پر آنسو بہانے والوں سے ان الفاظ میں خطاب کیا: "ہمیں پرسہ کہ خدا تعالےٰ نے ہمارے لال کی قربانی قبول فرما کر اپنی بارگاہِ صمدیت میں سرافراز ہونے کا موقع دیا۔"

ادارہ خدام الدین سلام کہتا ہے اس مامتا بھری آواز کو جو کسی نوجوان بیٹے کی شہادت پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ کے لئے فضاؤں میں جذب ہو کر رہ گئی اور پھر لوں گویا ہوئی "ملک و ملت کے لئے میرے تین بیٹے اور قربان ہو جائیں تو میں سمجھوں گی کہ یہ میری سعادت ہے۔"

ادارہ سلام کہتا ہے وطن کے اس جیالے جوان کو جس نے محاذ جنگ پر جاتے ہوتے اپنی محبوب رفیقۂ حیات کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر کہا۔ "سعیدہ مجھے مسکراتے چہرے سے رخصت کرو۔ مجاہدوں کی بیویاں رویا نہیں کرتیں"۔ اور رحمتیں ہوں اُن ننھے منھے بچوں کے معصومانہ جذبات پر جنہوں نے اس مجاہد جانباز کی شہادت کی خبر سُنی تو اپنی امی کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر کہا "امی! مجاہدوں کی بیویاں رویا نہیں کرتیں"۔

ادارہ سلام کہتا ہے اس شیر دل خاتون اور باہمت بیوہ کے دل کی دھڑکنوں کو جس نے زندگی کے رفیق اور اپنے سرتاج کی خبر شہادت سن کر بلند ہمتی سے کہا "مجھے اپنے عزیز شوہر پر فخر ہے کہ انہوں نے ایک عظیم مقصد کی خاطر اپنی جان قربان کر دی اور اس طرح شہادت کا بلند منصب پایا۔"

ادارہ سلام کہتا ہے ان پاکیزہ عزائم اور معصوم آرزوؤں کو جو پاکستان اور اپنے مظلوم مسلمان بھائیوں کی حفاظت کے لئے قربان ہو جانے والوں کے دلوں میں مچل رہی تھیں۔

ادارہ خدام الدین سلام کہتا ہے ان جوان ہمت سپاہیوں اور اسلام کے شیروں کو جنہوں نے آگ کے بلند شعلوں کو اپنے قریب آتے ہوتے دیکھ کر بھی اپنے قدم میدان جنگ سے پیچھے نہیں ہٹائے۔

ادارہ سلام کہتا ہے اس مرد مومن کو جس نے محاذ جنگ سے اپنی شریک حیات کو یہ الفاظ تحریر کئے "میں اس وقت اس مقام پر بیٹھا ہوں جہاں خدا اور بندے کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں رہتا اور دل کا آئینہ صاف و شفاف ہوتا ہے۔ دیکھنا! اگر میں شہید ہو گیا تو میری لاش پر آنسو نہ بہانا اور اگر میں مظفر و منصور گھر لوٹا تو تم ایک غازی کی بیوی کہلاؤ گی۔"

ادارہ سلام کہتا ہے ان ننھے منھے معصوم بچوں کے پرخلوص جذبے کو جنہوں نے اپنے باباجان کی ٹانگوں سے لپٹ کر کہا "باباجان! آپ میدان جنگ میں خوب ڈٹ کر لڑیے اور شہید ہو جایئے! اور پھر رحمتیں ہوں اس باباجان پر جس نے اپنے بچوں کی معصوم تمنا کو واقعی پورا کر دکھایا۔"

ادارہ سلام کہتا ہے اس بوڑھی خاتون کے جذبۂ ایثار کو جس نے بیٹی کے سہاگ کو اجڑتے ہوتے دیکھا اور کہا "میرے داماد نے شہید ہو کر قوم کی کئی بیٹیوں کا سہاگ بچا لیا۔"

ادارہ سلام کہتا ہے ان لرزتے ہوتے بوڑھے ہونٹوں کو جنہوں نے اپنے جگر گوشوں کی لاش دیکھ کر کہا "اے رب العزت! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میرا بیٹا ایک عظیم مقصد کے لئے تیری راہ میں قربان ہو گیا۔"

ادارہ سلام کہتا ہے اس بوڑھے امام کے جوان جذبۂ ایمانی کو جس نے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا نعرۂ مستانہ لگا کر شاکرانہ انداز میں جام شہادت نوش کیا۔

ادارہ سلام کہتا ہے اس بزرگ کو جس نے اپنے دس بیٹوں کو اللہ کی راہ میں اور وطن عزیز پر قربان کر دیا اور جب کسی نے اس صدمہ پر اظہار افسوس کیا تو بڑی متانت سے کہا "شکر ادا کیجئے کہ وطن محفوظ ہے۔ وہ تو امانت تھے جو میں نے واپس کر دیے۔"

ادارہ سلام کہتا ہے ان یتیم بچے اور بچیوں کو جو سایۂ پدری سے محروم ہو گئے اور اب اللہ رب العزت کی رحمتوں کے سایہ میں پروان چڑھ رہے ہیں اور جن کے لئے رسالت مآبؐ کا دامن رحمت ہر گھڑی وا ہو چکا ہے۔

ورق الٹیے

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

★

جلد ۱۱ | ۲۴ رجب المرجب ۱۳۸۵ھ بمطابق ۱۹ نومبر ۱۹۶۵ء | شمارہ ۲۷

ادارہ سلام کہتا ہے ان عصمتوں کو جو بھارت کی ہوس پر قربان ہوگئیں اور جن کے دامن ایمان و یقین پر کوئی داغ نہیں آیا۔

ادارہ سلام کہتا ہے ان اسیران جور و ستم کو جو بھارتی درندوں کے شکنجے میں جکڑے ہوتے زندگی کی گھڑیاں گن رہے ہیں۔ مگر حق پر قائم ہیں۔

ادارہ سلام کہتا ہے اس قیادت کو جس نے مسلمانوں کی خفتہ قوتوں کو بیدار اور اپنی منزل سے آشنا کر دیا۔

ادارہ سلام کہتا ہے ملک کے جواں سال اور شعلہ نوا وزیر خارجہ کو جس نے اقوام متحدہ کے ایوان میں اپنی گرج سے لرزہ طاری کر دیا۔

ادارہ سلام کہتا ہے بری، بحری اور فضائیہ کے سپہ سالاروں کو جن کی پرجوش رہنمائی نے کفر و باطل پر افواج پاکستان کی دھاک بٹھا دی۔

ادارہ سلام کہتا ہے ان شاعروں، صحافیوں، دانشوروں اور ادیبوں کو جنہوں نے اپنی رزمیہ نظموں، ترانوں، اداریوں اور ادبی شہ پاروں سے ملک و قوم کے اندر زندگی کی لہر دوڑا دی اور افواج پاکستان کے دلوں میں تازہ جوش اور ولولہ پیدا کیا۔

ادارہ سلام کہتا ہے وطن عزیز کے ان پیکر قربانی و ایثار جاں سپاروں کو جو حفاظت دین و وطن کے لئے سیسہ پلائی دیوار بن گئے اور جو اپنے صف شکن مجاہدوں پر جان چھڑکنے کے لئے ہر گھڑی تیار اور بےقرار تھے۔

ادارہ سلام کہتا ہے ان بوڑھے بچے اور جوان شہریوں کو جنہوں نے محاذ جنگ پر جانے والے بہادر، شیر دل اور جیالے جوان کو سڑکوں کے دو رویہ کھڑے ہو کر الوداع کہی اور ان کے لئے مخلصانہ دعائیں کیں۔

ادارہ سلام کہتا ہے ان غازیوں، مجاہدوں اور شہسواروں کو جو ہندوستان کے وسیع و عریض علاقہ پر اسلام کا وقار بن کر قابض ہیں اور جن میں چیف ایڈیٹر خدام الدین کے ماموں زاد بھائی اور برادر نسبتی لیفٹیننٹ کرنل اے ایچ نعمان اور راقم الحروف (ایڈیٹر) کے حقیقی بھائی میجر عاشق حسین ۲۔ ایف ایف آر اور کوارٹر ماسٹر منظور حسین آرمڈ کور بھی شامل ہیں۔

ادارہ سلام کہتا ہے جمعیۃ العلماء اسلام کے ان قائدوں کو جنہوں نے شب و روز ایک کر کے عوام کے اندر روح تازہ پیدا کی اور ان قومی کارکنوں کو جو بھارتی جارحیت کا نشانہ بنے۔

ادارہ سلام کہتا ہے ان شکستہ حال مہاجرین کو جو سرحدات کے قریبی دیہات اور جموں و کشمیر سے لٹ پٹ کر آئے مگر ان کے چہروں پر ایمان و یقین اور عزم و استقلال کی روشنی نکھری ہوئی ہے۔

عرضِ حال

خدام الدین کا "جہاد نمبر" آپ کے سامنے ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم اس نمبر کو اپنی سابقہ روایات کے مطابق مرتب نہیں کر سکے اور نہ ہی اس کو وہ شکل و صورت دے سکے ہیں جس کا نقشہ ہمارے دماغ میں تھا یا قارئین خدام الدین جس کی ہم سے توقع رکھتے ہوں گے۔ اس کی بڑی وجہ ہنگامی حالات ہیں اور کچھ ہماری بےبسی اور ناگزیر مجبوریاں ہیں جن کے اظہار کا نہ یہ وقت ہے اور نہ موقع۔ بہرحال اس وقت صرف اسی قدر سعی پر اکتفا کیا گیا ہے کہ جہاد سے متعلق مفید معلومات کا زیادہ سے زیادہ مواد کم سے کم صفحات اور آسان زبان میں خلاصہ کے طور پر عوام تک پہنچا دیا جائے۔ اب یہ فیصلہ کرنا کہ اس کوشش میں ہم کس قدر کامیاب ہوئے ہیں قارئین کرام کا کام ہے — ویسے بھی خدام الدین نے ان دنوں اپنی تمامتر کوششیں عوام کو جہاد سے متعلق معلومات بہم پہنچانے اور ترغیب جہاد پر مرکوز رکھی ہیں۔ چنانچہ ہمارے پچھلے دو تین ماہ کے تمام شمارے اس پر شاہد ہیں لیکن اس پرچہ میں خصوصیت کے ساتھ جہاد کے احکام و مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے اور اس طرح وقت کے ایک تقاضے کو پورا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اگر دیکھا جائے تو اسلامی احکام و نظریات کی اشاعت بجائے خود ایک بہت ہی اہم فریضہ ہے جو جہاد سے کم نہیں اور جسے خدام الدین بحمداللہ تعالےٰ شروع دن سے انجام دے رہا ہے۔ لیکن اس فرض کی ادائیگی کی اہمیت ان دنوں اور بھی زیادہ بڑھ جاتی ہے کیونکہ لوگوں کا تعلق باللہ جس قدر قوی ہوگا، ان میں محبت نبویؐ اور احکام شریعت کی پیروی جتنی زیادہ ہوگی، اسلام سے لگاؤ جس قدر گہرا ہوگا اور آخرت کی فکر، لگن اور تڑپ جتنی زیادہ ہوگی۔ اُتنی ہی نصرتِ خداوندی زیادہ ہوگی، اللہ کی رحمتوں کا ورود زیادہ ہوگا اور نتیجتاً فتح و کامرانی مسلمانوں کے قدم چومے گی۔ مزید براں اس برصغیر کی تاریخ گواہ ہے کہ خود اسلام کو مسلمانوں سے اتنا فائدہ نہیں پہنچا جتنا اسلام نے مسلمانوں کو پہنچایا ہے۔ اور ہر مقام پر ان کی دستگیری اور رہنمائی کی ہے۔

پاکستان بنا تو اسلام کے نام پر اور صرف "لا الٰہ الا اللہ" کی معجز نما قوت سے۔ جس نے مسیحائی کا کام کیا اور مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کر دیا اور آج جب اسی مملکتِ خداداد پر بھارتی درندگی و بربریت، کفر و باطل کی طاقتوں نے یلغار کی تو یہی کلمہ آڑے آیا اور اس نے فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کی زبان سے ادا ہو کر مسلمانوں کی خفتہ قوتوں کو بیدار کر کے ایک ناقابلِ تسخیر قوت اور سیسہ پلائی دیوار بنا دیا — پس ناقدر شناسی اور بےوفائی ہوگی اگر ہم اس پاکیزہ کلمہ کو جو مصائب و آلام میں ہمارا رفیق اور میدانِ جہاد میں مونس و مددگار اور فتح و کامرانی سے ہمکنار کرنے والا ہے ہمیشہ کے لئے مشعلِ راہ نہ بنائیں اور اس کی معجزانہ قوتوں اور اثر انگیزیوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کام نہ لیں۔

یاد رکھیے! یہ فتح و ظفر جو ہمیں حاصل ہوئی ہے محض اللہ کے فضل اور جذبۂ جہاد کی برکت سے حاصل ہوئی ہے، اس بے عیب اور کامل و اکمل نظریۂ حیات اور مشترک نصب العین سے وابستگی کی بناء پر ہوئی ہے۔ جو اسلام کے پاکیزہ نام سے موسوم ہے۔ ہماری افواج کے جذبۂ ایمانی، بے مثال عزم و حوصلے اور خدا اور رسولؐ سے والہانہ محبت کے نتیجہ میں ہوئی ہے اور کثرتِ تعداد اور ساز و سامان کی فراوانی سے نظریں ہٹا کر فقط خدائے وحدہٗ لاشریک کی قدرت کاملہ پر بھروسہ کرنے اور صرف اسی ذاتِ قوی و عزیز کے دامن رحمت پر نظریں جمانے سے ہوئی ہے جو سارے جہان کا خالق و مالک ہے اور سارا نظامِ کائنات جس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ آئندہ بھی ہمیں توقع ہے کہ وہی قادر و قدیم ذات ہمارے کام آئے گی اور اسی سے گہرا ربط اور تعلق

خطبہ جمعہ

۲۴ رجب المرجب ۱۳۸۵ھ بمطابق ۱۹ر نومبر ۱۹۶۵ء

جہاد جاری رکھیئے

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: امّا بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ـــــ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ط اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ٥

(البقرہ - آیت ۱۹۰)

ترجمہ: اور اللہ کی راہ میں اُن سے لڑو جو تم سے لڑیں اور زیادتی نہ کرو۔ بے شک اللہ تعالےٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

حاشیہ شیخ التفسیر قدس سرہ العزیز رح

عام طور پر یہ ترجمہ کیا گیا ہے کہ جو لڑنے کے لئے آئے اُس سے لڑو اور جو لڑنے کے لئے نہ آئے تو خودبخود لڑنے کے لئے نہ جاؤ۔ عقلی طور پر یہ بات مسلّم ہے کہ جو قوم حملہ کرنے کے لئے تیار نہ ہو وہ غالب نہیں ہو سکتی۔ اگر خدا تعالےٰ کو مسلمانوں کا محفوظ رکھنا منظور ہے تو یہ تعلیم ہو ہی نہیں سکتی بلکہ مطلب یہ ہے کہ تم لڑنے کے لئے ہر وقت تیار رہو۔ جس طرح فوج چھاؤنی میں ہر وقت تیار رہتی ہے وہ گویا لڑ رہی ہے کیونکہ لڑنے کے لئے ہر وقت آمادہ رہنا بھی لڑنا ہے۔ یہ نہیں کہ ہر وقت تلوار ہی مارتے پھرو یعنی اس قانونِ الٰہی کے لئے اگر کوئی شخص مانع ہو اور روک پیدا کرے اور وہ تم سے لڑنے کے لئے تیار رہتا ہو تو تم بھی اس سے لڑنے کے لئے ہر وقت تیار رہو اور جو لوگ فطرتاً لڑنے سے عاجز ہیں ان پر زیادتی نہ کرو ــــ اگر زیادتی کروگے تو برکاتِ الٰہی بند ہوجائینگی حاصل یہ نکلا کہ مسلمانوں کو ہر گھڑی اللہ کی راہ میں جہاد اور دشمن سے مقابلہ کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔

بزرگانِ محترم! ۶ر ستمبر کی صبح کو بھارتی سورماؤں نے نہایت ہی کمینہ پن اور بزدلی کا مظاہرہ کیا اور پاکستان کی مقدّس زمین پر اچانک حملہ کر دیا۔ اس طرح انھوں نے سرحدی دیہات کے بعض نہتے اور بے گناہ باشندوں کو گولیوں کا نشانہ بنایا اور بزعمِ خویش اپنی بہادری اور فوجی برتری کا سکّہ جمانا چاہا۔ لیکن ہماری بہادر فوجوں نے اللہ کے بھروسہ پر اور اپنی قوّتِ ایمانی کو کام میں لاتے ہوئے نہ صرف دشمنوں کے چھکّے چھڑا دئیے بلکہ مختلف محاذوں پر ۱۶۱۷ مربع میل کا علاقہ بھی فتح کر لیا ـــ یقیناً یہ سب کچھ اللہ کی نصرت اور ہماری جانباز فوجوں کی بے پناہ قوّتِ ایمانی سے ہؤا اور دشمن کی چھ گُنا فوج جو فوجی سازو سامان کی فراوانی سے بدمست تھی شکست سے دوچار ہوئی ـــ اب بھارت کی طاقت کا زعم بحمد اللہ تعالےٰ باطل ہو چکا ہے اور ادارۂ اقوامِ متحدہ کے کہنے پر فائر بندی ہو چکی ہے لیکن ہمیں اس "فائر بندی" کو کبھی بھی "جہاد بندی" نہیں سمجھنا چاہیئے ہمیں ہر گھڑی محتاط اور ہوشیار رہنا چاہیئے کیونکہ جس دشمن سے ہمارا مقابلہ ہے وہ ہر قسم کے اخلاقی، جنگی اور انسانی ضابطوں سے قطعی عاری ہے۔ وہ اگر اعلانِ جنگ کئے بغیر نہایت ڈھٹائی اور بُزدلی سے رات کی تاریکی میں ہماری سرحدوں پر حملہ آور ہو سکتا ہے اور فائر بندی کے بعد بھی دھوکے سے ہمارے بعض دیہات پر قبضہ کرنے کی کمینہ جسارت کر سکتا ہے تو آئندہ بھی اس سے کچھ بعید نہیں کہ وہ موقع پاکر سر اٹھانے کی کوشش کرے اور اپنی بزدلانہ اور کمینہ حرکات کا مظاہرہ کرے۔ پس اے برادرانِ عزیز! فائرنگ بند ہونے سے ہم پر غفلت طاری نہ ہونی چاہیئے۔ ہمیں یہ خیال بھی دل میں نہ لانا چاہیئے کہ خطرہ ٹل گیا اور بات ختم ہو گئی ہے۔ بلکہ ہمیں ہر وقت اور ہر لمحہ چاک و چوبند اور مستعد رہنا چاہیئے ـــ دشمنوں کی چالوں پر پوری نظر رکھنی چاہیئے

ہمارا اصل کام ابھی باقی ہے۔ کشمیر کا مسئلہ ہمیں ہر حال میں حل کروا کے دم لینا ہے۔ یہ مسئلہ ہمارے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے اور جب تک یہ مسئلہ حل نہیں ہوتا اور ہمارے کشمیری مسلمان بھائی کافروں کے چنگل سے آزاد نہیں ہو جاتے ہم سُکھ کا سانس نہیں لے سکتے اور نہ ہی آرام سے بیٹھ سکتے ہیں۔ پاکستان کے ہر باشندے کے لئے لازم ہے کہ وہ بھارتی سامراج سے نبٹنے کے لئے تیار رہے اور اپنی اپنی استعداد کے مطابق جہاد میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لے۔

جہاد میں کیونکر حصّہ لیا جاسکتا ہے

برادرانِ محترم! ہر شخص جانتا ہے کہ قوم کے تین طبقے ہوتے ہیں۔ جن کے ذریعہ وہ ترقی کرتی اور اکنافِ عالم میں پھیلتی ہے۔ امراء، مجاہدین اور علماء ان تینوں کے ذمّہ جو فرائض ہیں اگر وہ انہیں باقاعدگی سے اور ایمانداری سے ادا کرتے رہیں تو قوم ترقی کے منازل طے کرتی چلی جاتی ہے۔ اگر ان میں سے صرف ایک اپنا فرض ادا نہ کرے تو قوم ذلت کے گڑھے میں جا گرتی ہے اور اگر تینوں کے تینوں طبقے اپنا فریضہ ادا کرنا چھوڑ دیں تو پھر تو قوم کی بربادی اور ذلّت یقینی ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اپنے فرائض کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے آمین!

تینوں طبقوں کے فرائض

۱ - امراء کا فرض ہے۔ کہ وہ حق تعالےٰ شانہٗ کو راضی کرنے کے لئے اپنے مالوں کو نہایت فراخدلی کے ساتھ ضروریاتِ جہاد میں صرف کریں اور حالات کے مطابق اپنے دفاع کے طریقوں کو سیکھیں اور ان کے خوگر بنیں۔

۲ - مجاہدین کا فرض ہے کہ وہ حق تعالیٰ شانہٗ کو راضی کرنے کے لئے اپنی جانیں اُس کی راہ میں قربان کرنے سے قطعی دریغ نہ کریں۔ اسباب کو ضرور کام میں لائیں لیکن بھروسہ مسبّب الاسباب پر رکھیں، اور اپنے [illegible]

سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند دشمن کے سامنے سینہ سپر رہیں۔

۴۔ علماء کا فرض ہے کہ وہ بھی حق تعالےٰ شانہٗ کی رضاء کے لئے میدانِ عمل میں نکلیں۔ تعلیم و تذکیر سے امراء کو مال خرچ کرنے اور مجاہدین کو جانیں قربان کرنے کے لئے آمادہ کریں۔ خود بھی سول ڈیفنس کے قوانین اور ضابطوں سے واقفیت حاصل کریں اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیں علاوہ ازیں خود بھی فوجی تربیت حاصل کریں اور قوم کے ہر فرد کو فوجی تربیت حاصل کرنے کی تلقین کریں تاکہ ملّت کا ہر فرد سپاہی نظر آئے اور وقت آنے پر ملک کی ایک ایک انچ زمین کی حفاظت کر سکے۔

تینوں طبقے جاگ اُٹھے ہیں

بحمد اللہ تعالےٰ موجودہ جنگ نے قوم کے تینوں طبقوں کو کافی حد تک جگا دیا ہے۔ قوم کی رگوں میں اللہ کے فضل و کرم سے حرارتِ ایمانی اور زندگی کی لہر دوڑ گئی ہے۔ علماء ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگانے کے بجائے وحدت ملّت کی ترغیب دے رہے ہیں اور جہاد کی تلقین میں مگن ہیں۔ امراء اور سیاست دانوں نے اپنے اختلافات بالائے طاق رکھ دئے ہیں۔ اور وطن کی حفاظت کے لئے اللہ کی راہ میں بے دریغ روپیہ صَرف کر رہے ہیں۔ دفاعی فنڈ میں معمولی معمولی کمیٹیاں بھی لاکھوں روپیہ بطور چندہ دے رہی ہیں۔ شاعر اور ادیب ملی ترانوں اور قومی نظموں سے لوگوں کے قلوب کو گرما رہے ہیں اور اس طرح ساری قوم ہی بفضلِ ایزدی زندگی کی انگڑائی لے رہی ہے۔

تاہم ہمیں اپنی جہادی سرگرمیوں کو تیز سے تیز تر کر دینا چاہئے اور ایک لمحہ بھی غفلت میں نہ گذارنا چاہئے۔ کیونکہ ہندوستان کا فتنہ بہرحال ہمارے سامنے ہے اور ہمیں اُس وقت تک آرام سے نہ بیٹھنا چاہئے جب تک کہ اس فتنہ کی پوری سرکوبی نہیں ہو جاتی اور کشمیر کا مسئلہ ہماری توقعات اور عدل و انصاف کے اصولوں کے مطابق حل نہیں ہو جاتا۔

اب آپ پر لازم ہے کہ اس درمیانی وقفہ میں :—

اپنی طاقت بڑھاؤ

قولہٗ تعالیٰ :- وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ط وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝

(پ ۱۰ - س الانفال - آیت ۶۰)

ترجمہ: اور ان سے لڑنے کے لئے جو کچھ (سپاہیانہ) قوّت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے جمع کر رکھو سو تیار رکھو کہ اس سے اللہ کے دشمنوں پر اور ان کے سوا دوسروں پر جنہیں تم نہیں جانتے اللہ انہیں جانتا ہے ہیبت پڑے اور اللہ کی راہ میں جو کچھ تم خرچ کروگے تمہیں (اس کا ثواب) پورا ملے گا۔ اور تم سے بے انصافی نہیں ہوگی۔

حاشیہ شیخ الاسلام رح

خدا پر بھروسہ کرنے کے معنی یہ نہیں کہ اسبابِ ضروریہ مشروعیہ کو ترک کر دیا جائے۔ نہیں۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ جہاں تک قدرت ہو سامانِ جہاد فراہم کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں گھوڑے کی سواری، شمشیر زنی اور تیراندازی وغیرہ کی مشق کرنا سامانِ جہاد تھا۔ آج، بندوق، توپ، ہوائی جہاز، آبدوز کشتیاں، آہن پوش کروزر وغیرہ کا تیار کرنا اور استعمال میں لانا اور فنونِ حربیہ کا سیکھنا بلکہ ورزش وغیرہ کرنا سب سامانِ جہاد ہے۔ اسی طرح آئندہ جو اسلحہ و آلاتِ حرب و ضرب تیار ہوں انشاء اللہ وہ سب آیت کے منشاء میں داخل ہیں۔

حاصل یہ نکلا کہ اے مسلمانو! تم سے جہاں تک ہو سکے قوت بہم پہنچاؤ اور ایسا سامانِ حرب جو دشمن کے پاس ہے تمہیں بھی بہم پہنچانا چاہئے۔ یاد رکھو! اس سلسلے میں تم جو کچھ خرچ کروگے۔ وہ رائیگاں نہیں جائے گا اور اس کا بدلہ تمہیں دنیا میں بھی مل جائے گا اور آخرت میں بھی تم خسارے میں نہیں رہوگے۔

جہاد کی غرض و غایت

جہاد کی واضح اور حقیقی غرض و غایت قرآن عزیز نے مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان فرمائی ہے :-

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ط (البقرہ - آیت ۱۹۳)

اور اُن یعنی دشمنوں سے یہانتک لڑو کہ فتنہ و فساد باقی نہ رہے۔ اور اللہ تعالےٰ کا دین قائم ہو جائے۔

اس آیتِ مبارکہ میں یہ حکم عام کر دیا گیا ہے کہ تم فتنہ پرداز کافروں اور اسلام کے دشمنوں سے برابر جنگ کرتے رہو۔ حتیٰ کہ فتنہ و فساد سرے سے ختم ہو جائے اور کسی شخص میں اللہ کے قانون کی مخالفت، دشمنی اور خلاف ورزی کی طاقت نہ رہے۔

بزرگانِ محترم! آپ بھی یہ سمجھ لیجئے۔ کہ موجودہ حالات میں ہندوستان کے خلاف صرف فائربندی ہوئی ہے۔ اصل فتنہ ابھی ہمارے سامنے ہے۔ اور فتنہ قتل سے بھی بُری چیز ہے اس لئے ہمیں اپنی تمامتر مساعی اس فتنہ کو ختم کرنے میں صَرف کرنی چاہئیں اور اُس وقت تک جہاد کو جاری رکھنا چاہئے۔ جب تک کہ بھارتی سامراج کا فتنہ نیست و نابود نہیں ہو جاتا۔ اب ظاہر ہے کہ ہم ایک مکّار و عیّار اور باطل پرست طاقت سے نبرد آزما ہیں۔ ہماری فوجیں ہر محاذ پر دشمنوں کے مقابلے میں ڈٹی ہوئی ہیں اور ہم اللہ کے فضل و کرم سے گذشتہ کئی معرکوں میں ہر میدان میں اپنے سے کئی گُنا قوی دشمن کے دانت کھٹے بھی کر چکے ہیں لیکن ابھی تک ہمارا مقصدِ حقیقی حاصل نہیں ہوا۔ اور اصل فتنہ اپنے برگ و بار کے ساتھ تاہنوز باقی ہے اس لئے جہاد جاری ہے اور اس کے لئے تمام اہلِ ایمان کو اپنی سرگرمیاں پوری طرح جاری رکھنی چاہئیں۔ نیز جہاد کی راہ میں جو سختیاں بھی مسلمانوں کو برداشت کرنی پڑیں انہیں خندہ پیشانی اور ثابت قدمی سے برداشت کرنا چاہئے۔

فتح ہماری ہوگی

ہم بحمد اللہ تعالےٰ حق پر ہیں اور باطل کی سرکوبی کے لئے میدان میں اُترے ہیں اور اس لئے ہمیں یقینِ کامل ہے کہ انشاء اللہ فتح بالآخر ہماری ہی ہوگی۔ اللہ جل شانہٗ ہمارے دشمنوں

کو ہر محاذ پر ذلیل وخوار اور ناکام و نامراد کرے گا لیکن یہ بھی ناگزیر ہے۔ کہ ہمیں قربانیاں دینی ہوں گی، مال و متاع اللہ کی راہ میں وقف کرنا پڑے گا، حق تعالےٰ شانہٗ کی رضا کی خاطر جان و اولاد کی بازی لگانی ہوگی اور ایمان و عمل کی راہوں سے گذر کر منزلِ مقصود پر پہنچنا ہوگا، اگر ہم ثابت قدم رہے، ہمارا بھروسہ اللہ رب العزت پر رہا تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ اللہ کی نصرتیں ہمارا ساتھ نہ دیں اور ہمارے دشمن خائب و خاسر نہ ہوں۔

یاد رکھئے کہ کامیابی ہمارے لئے مقدر ہو چکی ہے اور فتح و ظفر اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے ہمارے قدم چومے گی مگر شرط صرف اتنی ہے۔ کہ تم ہر اعتبار سے ثابت قدم رہو اور ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ کیونکہ جان و مال اور اولاد کی محبت سے بے نیاز ہو کر آگے بڑھنا ہی اس طریق کی پہلی منزل ہے ؎

ترکِ جان و ترکِ مال و ترکِ سر
در طریقِ عشق اول منزل است

پس اے برادران عزیز! آپ تیار ہو جائیں اور جان لیں کہ یہ سب چیزیں جان و مال اور اولاد ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔ اور اللہ کی راہ میں ان سب چیزوں کو قربان کر دینے کا جذبہ رکھنا مومن کامل کی پہلی نشانی ہے اور یہی وہ جذبہ ایثار و قربانی ہے جس نے ہمارے اسلاف کو ہر میدان میں کامیاب و کامگار رکھا۔

حضرت خالدؓ کا جذبۂ جہاد

قیس بن ابی حازم رضؓ فرماتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ رات کہ میرے گھر نئی دُلہن آئی ہو اور اس سے مجھے الفت بھی ہو اور لڑکے کے پیدا ہونے کی بشارت بھی اُس رات میں دی گئی ہو میرے نزدیک اتنی محبوب نہیں جتنی کہ وہ رات ہے جس میں ایسی سخت سردی پڑ رہی ہو جو پانی کو جما دینے والی ہو اور میں مہاجرین کے ہمراہ ہوں اور صبح ہی دشمن پر حملہ ہونے والا ہو۔

حضرت ابوذر غفاریؓ

فرماتے ہیں۔ جس نے سونے اور چاندی کو تھیلی میں بند کر دیا اور اللہ کے راستے میں خرچ نہ کیا یہ بروزِ قیامت چنگاری بنیں گے جن سے اُن کے مالک کو داغ لگایا جائے گا۔ ایک اور روایت میں ہے۔ حضرت ابوذرؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے دوست صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد لیا ہے کہ جو سونا یا چاندی تھیلی میں رکھا گیا وہ اپنے مالک کے لئے چنگاری ہے جب تک کہ اس کو اللہ عزّ و جلّ کے راستے میں خرچ نہ کر دے۔

ارشاد حضرت ابو ایوب انصاریؓ

ابو عمران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قسطنطنیہ میں مہاجرین میں سے ایک شخص نے دشمنوں کی صف پر حملہ کر دیا اس کے حملہ سے صف منتشر ہو گئی ہم لوگوں کے ہمراہ حضرت ابو ایوبؓ انصاری بھی تھے۔ کچھ لوگوں نے یہ دیکھ کر کہا کہ اپنے آپ کو اس شخص نے ہلاکت میں ڈال دیا —— اس پر میزبان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم (انصار) اس آیت (وَ اَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّہْلُکَۃِ) کے مطلب سے زیادہ واقف ہیں۔ یہ آیت ہم لوگوں ہی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، آپؐ کے ساتھ لڑائیوں میں شریک رہے، آپؐ کی امداد کی — جب اسلام ظاہر ہو گیا اور پھیل گیا۔ ہم انصاریوں کی جماعت جمع ہوئی۔ اور آپس میں اس بات کا تذکرہ کیا کہ اللہ پاک نے ہم لوگوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مشرف فرمایا۔ اور ہمیں آپؐ کی نصرت کی توفیق دی۔ اسلام پھیل گیا، اہل اسلام کثیر ہو گئے۔ ہم لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خاندان والوں اور مال اور اولاد پر ترجیح دی۔ یہاں تک کہ لڑائی نے اپنے ہتھیار ڈال دئے — اب ہم لوگ اپنے اہل و عیال میں لوٹ چلیں اور بال بچوں میں چل کر رہیں۔ ہم لوگوں کی اس رائے کے بارے میں قرآن شریف میں یہ آیت اُتری۔ وَ اَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّہْلُکَۃِ —— لہٰذا ہلاکت مال و عیال میں اقامت گزینی اور ترکِ جہاد میں ہے۔

حاصل یہ نکلا کہ مال و اولاد اور خاندان والوں میں اقامت گزینی اور جہاد سے سے جان بچانا درحقیقت ہلاکت ہے۔ اور میدانِ جہاد میں داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہو جانا اور دشمنوں کے مقابلہ میں ڈٹے رہنا اصل زندگی ہے۔

صحابہؓ کا شوقِ شہادت

ایک صحابی جنگ اُحد میں انگور کا خوشہ ہاتھ میں لئے ہوئے انگور کھا رہے تھے۔ عزم یہ تھا کہ انگور کھا کر اور طاقت جسمانی بڑھا کر معرکہ میں شریک ہوں گے۔ انہوں نے رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا، کہ شہادت کا ثمرہ جنت عُلیا ہے۔ یہ سن کر انہوں نے انگوروں کی طرف دیکھا، پھر کہا کہ ان کے ختم کرنے میں تو دیر لگے گی۔ میں جنت کے لئے اتنی تاخیر کیوں کروں۔ یہ کہہ کر انگور پھینک دیئے رزمگاہ میں پہنچے اور جوہر شجاعت دکھلاتے ہوئے بزم گاہِ رضوان کو جا سدھارے۔

نقیبِ محمدیؐ

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا حال بھی انہی سے ملتا ہوا ہے۔ دشمن پر حملہ کر رہے تھے کہ ان کا چچیرا بھائی یخنی لے آیا۔ کہا یہ تھوڑی سی پی لو۔ طاقت پا کر زیادہ لڑ سکو گے۔ پیالہ ہاتھ میں لیا۔ دو تین گھونٹ لے کر برتن پھینک دیا کہ مجھے اپنے احباب سے جلد تر ملاقات کرنا ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

نے وفات کے وقت فرمایا کہ میرے بدن پر ایک بالشت جگہ بھی ایسی نہیں جو تلوار یا نیزہ کے زخم سے خالی ہو مگر آج میں ایک اونٹ کی طرح (گھر میں) مر رہا ہوں۔ فلا نامت اعین الجبناء (خدا کرے یہ دیکھ کر نامردوں کی آنکھیں کھلیں) حاصل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

باقی صفحہ ۳۲ پر

حضرت مولانا سید حامد میاں - جامعہ مدنیہ لاہور

شجاعتِ اہل اسلام کا حقیقی سبب

"دراصل اسلامی تعلیمات اتنی حقیقی، معقول، تسلی بخش، صحیح اور مشاہدات پہ مبنی ہیں کہ جن کے بعد انسان کو سکون قلبی حاصل ہونا لازمی نتیجہ ہوتا ہے۔ اسی سکون قلبی سے شجاعت و بہادری کا تعلق ہے۔ یہ سکون کی دولت اسلام و ایمان بخشتا ہے۔

ذیل میں ہم وہ نظریۂ موت وحیات پیش کرتے ہیں جو اسلامی تعلیمات سے مقتبس ہے جس کے باعث مسلمان "مابعد الموت" کے تمام احوال ایسے محسوس کرتا ہے جیسے مشاہد ہوں"

نیند، موت اور حیات کیا چیز ہیں؟

قرآن کریم میں ارشاد ہے:- اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ٥ (سورۂ زمر ع ٤ : پ ٢٤ : ع ٢)

ترجمہ: اللہ کھینچ لیتا ہے جانیں جب وقت ہو ان کے مرنے کا اور جو نہیں مریں ان کو کھینچ لیتا ہے ان کی نیند میں۔ پھر رکھ چھوڑتا ہے جن پر مرنا ٹھیرا دیا ہے اور بھیج دیتا ہے اوران کو ایک وعدہ مقرر تک۔ اس بات میں پتے ہیں ان لوگوں کو جو دھیان کریں۔

اس آیت شریفہ میں یہ بتلایا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نیند میں بدن سے روح نکال لیتے ہیں۔ اگر دوبارہ زندہ کرنا نہیں ہوتا تو روح کو اپنے پاس روک لیتے ہیں ورنہ انسان بیدار ہوجاتا ہے تو گویا نیند موت کی ایک مثال ہے۔

اب نیند کی حقیقت یوں سمجھئے کہ انسان دو چیزوں روح اور جسم سے مرکب ہے۔ روح کے رہنے کی جگہ عالم بالا ہے۔ کیونکہ وہ لطیف چیز ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر لطیف چیز جیسے دھواں بھاپ وغیرہ اوپر کو جاتے ہیں۔ اسی طرح روح بھی اوپر جانا چاہتی ہے۔ اور جسم انسانی خاکی چیز ہے اور اس کا مقام زمین کی طرف ہے۔ یہ نیچے کو جھکنا چاہتا ہے جیسے ساری وزنی چیزیں مثلاً پانی، پتھر، مٹی وغیرہ اگر اوپر کو پھینکیں تو وہ نیچے کو واپس آجاتے ہیں۔ اسی طرح جسم انسانی بھی کثیف اور مادی ہے۔ وہ بھی نیچے ہی زمین سے لگا رہنا چاہتا ہے۔ چنانچہ جب آپ اوپر کو ہاتھ کھڑا کریں تو زیادہ دیر کھڑا نہیں رکھ سکیں گے جلد تھک جائے گا اور نیچے لانا پڑے گا۔ اور اگر خود کھڑے رہیں گے تو جلد تھک جائیں گے۔ اور بیٹھنے پر مجبور ہوجائیں گے کیونکہ جسم زمین کی طرف جھکنا اور اس سے ملا رہنا چاہتا ہے پھر بیٹھے بیٹھے بھی تھک جائیں گے تو لیٹنا پڑے گا۔ لیٹنے پر بہت کافی حد تک آرام آجائے گا۔ کیونکہ تمام جسم اپنا بوجھ چھوڑ دیتا ہے اور روح کی مدد سے زمینی کشش کے خلاف جو جبراً کام لیا جا رہا تھا۔ وہ ایک حد تک ختم ہوجاتا ہے۔ لیکن اس کے بعد بھی جسم پوری طرح آرام نہیں محسوس کرتا کیونکہ اب بھی اسے کوئی چیز اٹھائے ہوئے ہے۔ وہی روح ہے۔ تو اللہ تعالےٰ مزید آرام پہنچانے کے لئے اسے بدن سے خارج کر دیتے ہیں اور اس کا ایسا تعلق بدن سے رہ جاتا ہے کہ وہ جب ضرورت ہو فوراً لوٹ آئے۔ اسی حالت کا نام نیند ہے۔ نیند میں جاننے پہچاننے کی صلاحیت جسے ادراک کہتے ہیں کافی حد تک ختم ہوجاتا ہے اور بالکل ایسا معاملہ ہوتا ہے کہ جیسے بجلی کے دو تار نیگٹو اور پازیٹو جب آپس میں ملتے ہیں تو بلب جگمگا اٹھتا ہے ورنہ تاروں میں بجلی تو رہتی ہے روشنی نہیں رہتی اسی طرح جب جاگتا ہے تو گویا روح اور جسم کے دونوں تار مل جاتے ہیں اور نیند کی حالت میں جدا ہوجاتے ہیں لہذا گو حیات رہتی ہے مگر روشنی یعنی ادراک نہیں رہتا۔

اور اگر بدن میں لوٹ کر آنے کی جگہ۔ مثلاً دل وغیرہ کو بالکل معطّل کر دیا جائے تو وہ اس طرح لوٹ کر نہیں آسکتی کہ آدمی بیٹھ سکے اور حرکت کر سکے۔ اس حالت کا نام موت ہے۔ ایک دوسرا فرق نیند اور موت میں یہ ہے کہ نیند میں روح کو بدن سے جدا تو کیا جاتا ہے مگر عالم غیب نہیں دکھایا جاتا۔ صرف عالم مثال دکھایا جاتا ہے۔ جسے خواب کہتے ہیں۔ اور موت کے بعد عالم غیب بھی دکھایا جاتا ہے ۔۔۔ اگر نیند میں عالم غیب نظر آجایا کرتا تو دنیا میں کوئی کافر ہی نہ رہتا سب اُس عالم کو دیکھ کر مسلمان ہوگئے ہوتے ۔۔۔

بہرحال انسان جب تک زندہ رہتا ہے اُسے زمین کی کشش اسی طرح تھکاتی رہتی ہے حتیٰ کہ ایک دن وہ آجاتا ہے کہ جسم خاکی خاک میں اور رُوح عالم بالا میں چلی جائے۔

ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ خیال آئے کہ روح کیا چیز ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اللہ تعالےٰ کی قدرتِ خاص سے ایک نہایت قوی اور لطیف پیدا کردہ چیز ہے اور اس کی نسبت اللہ تعالےٰ نے اپنی طرف کی ہے ارشاد فرمایا ہے۔ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ٥ یعنی جب میں حضرت آدم علیہ السلام میں اپنی خاص پیدا کردہ روح میں سے ڈال دوں تو تم سجدہ کرنا۔

معلوم ہؤا کہ روح کو اللہ تعالےٰ کی ذات پاک سے خاص نسبت حاصل ہے۔ اس لئے اسے ہمیشہ ہمیشہ رہنے کی نعمت بھی عطا ہوئی۔ یہ بات جس طرح اسلام نے کھول کر بتائی ہے کسی مذہب میں موجود نہیں ہے۔ البتہ اس کا خاکہ یعنی روح کا دائمی ہونا یہودی عیسائی اور ہندو وغیرہ بھی مانتے ہیں۔

یہاں یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے تھا اور اللہ کی خاص تجلّی کو تھا جیسے قبلہ کی طرف سجدہ کا حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ وہاں اللہ کی خاص تجلّیات ہیں۔ مگر حضرت آدم علیہ السلام پر وہ تجلّی وقتی تھی اس لئے ایک دفعہ سجدہ کا حکم دیا گیا۔ اور کعبۃ اللہ کے مقام پر قیامت تک تجلّی رہے گی اس لئے یہ حکم سجدہ قیامت تک جاری رہیگا۔

عقیدۂ معاد

اسلام کا اہم عقیدہ یہ ہے کہ دوبارہ ضرور اٹھایا جائے گا یہی عقیدہ تورات و انجیل میں بھی آیا ہے۔ دوسرے مذاہب میں اس عقیدے کے نشانات دھندلے ہوگئے ہیں یا مٹ ہی گئے ہیں۔ قرآن کریم میں سولھویں پارہ سورۂ طٰہٰ میں ہے کہ قیامت ضرور آئے گی تاکہ ہر ایک کو جو اس نے اس دنیا میں کیا ہے اس کا بدلہ دیا جائے۔

بات یہ ہے کہ اگر ظالم اور مظلوم کو اسی طرح چھوڑ دیا جائے تو اللہ تعالےٰ کی صفت عدل کا ظہور کہاں ہؤا ۔۔۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ عادل ہیں۔ ان کی صفت عدل کا تقاضا ہے کہ مظلوم کا حق ضرور ملے۔ اور بسا اوقات یہی ہوتا ہے کہ دنیا میں مظلوم کا حق نہیں ملتا جس عالم میں یہ انصاف کیا جائے گا وہ ہی عالم آخرت ہے اسی کا نام یوم الدین یعنی جزاء (بدلہ) کا دن ہے۔ ہمارے اور تمام مخلوقات کے جسم اس دن دوبارہ

اٹھائے جائیں گے - جسم کے اجزاء کا تعلق روح کے ساتھ ایسا ہے کہ چاہے انہیں جلا دیا جائے پھر بھی روح سے اتنا تعلق ضرور رہتا ہے کہ وہ اپنے اجزاء کو دوبارہ جمع کر لے - ایٹم کی تھیوری یہ بتلاتی ہے کہ ذرّات میں شعور ہے -
(اور قرآن کریم میں بھی ارشاد ہے کہ ہر چیز اللہ کو پہچانتی ہے - اور اس کی پاکیزگی بیان کرتی ہے) نیز سائنس سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ ریڈیائی لہروں کے ذریعہ دور دراز لاکھوں میل کے فاصلہ پر بھی چیزوں پر کنٹرول ہو جاتا ہے - بالکل اسی طرح روح کا کنٹرول ہے - ہر روح اپنے بدن کے ان اجزاء پر کنٹرول ہمیشہ رکھے گی جن پر اسے قیامت میں اٹھنا ہے - وہ اجزا چاہے اڑ گئے ہوں یا جل گئے ہوں - روح کا یہ تصرف و کنٹرول ریڈیائی لہروں سے بھی زیادہ قوی اور لطیف ہوتا ہے - اور جسم کے ذرّوں میں اپنی روح کے کنٹرول کو ماننے اور اسے پہچاننے کی صلاحیت موجود ہے پس یہ صلاحیت قیامت کے دن ظاہر ہو گی - اسے ہی قرآن پاک میں جا بجا فرمایا گیا ہے —— ”خستہ ہڈیوں میں وہ ہی ذات جان ڈال دے گی جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا تھا“ - (سورۃ یٰس)
سورۃ قٓ میں ہے کہ ”ہم یہ جانتے ہیں - کہ زمین ان کے جسم سے کتنا گھٹاتی ہے“ اس کے قریب ہی مضمون سورۃ والصّافات میں ہے - اور جا بجا اس کے ہم معنی آیتیں ملتی ہیں —— مثلاً قبروں سے نکالے جانا وغیرہ - یہ الفاظ قرآن کریم میں بہت جگہ ہیں -

غرض اسلام کا عقیدہ موت اور ما بعد الموت کے لئے نہایت واضح اور غیر مبہم ہے —— ما بعد الموت —— میں قبر اور عالم برزخ کے حالات بھی آتے ہیں اور حشر و نشر کے حالات بھی -

یہی نہیں کہ صرف عقیدہ بتلا دیا گیا ہو اور اس عقیدہ کے نتائج دیکھنے میں نہ آئے ہوں - بلکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات آنکھوں سے دکھا دئے جن سے صاف نظر آ جائے کہ اس عقیدہ والوں کے ساتھ اللہ کا یہ معاملہ ہے - اور جو کچھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ حق ہے - چنانچہ کہیں کہیں مثال کے لئے اللہ تعالیٰ نے بزرگوں کے جسم زمین میں بھی محفوظ فرمائے - اولیائے کرام میں خاص خاص بندوں کے جسم اور شہداء میں خاص ایسے لوگوں کے جسم کہ جو اللہ کی محبت اور اس کے ذکر میں فنا ہوں نیز جنہوں نے قرآن و حدیث کی خدمت بہت کی ہو ان میں سے کسی کسی کے جسم بھی سالم نکلتے ہیں -

اصل بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف انبیاء کرام کے جسم سالم رکھے ہیں - لیکن جو آدمی ذکر اللہ کے ساتھ ان کی بہت زیادہ پیروی کرے (جسے اتباع سنت کہا جاتا ہے) اسے بھی انبیاء کرام کے طفیل یہ کرامت مل جاتی ہے - جیسے اُحد کے شہداء کرام کے جسم سالم نکلے بخاری شریف میں ہے - حضرت جابرؓ اپنے والد حضرت عبداللہؓ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ انہیں اور ان کے ساتھ ایک اور صحابی کو ایک قبر میں دفن کیا گیا تھا - وہ کہتے ہیں کہ میرا جی چاہتا تھا کہ والد صاحب کو الگ قبر میں دفن کروں لہٰذا چھ ماہ کے بعد میں نے انہیں دوسری قبر میں دفن کرنے کے لئے نکالا - تو انہیں اسی طرح سلامت پایا سوائے کان کے کچھ حصّہ کے - دوسری روایت میں ہے کہ سوائے چند بالوں کے جو ان کی ڈاڑھی میں تھے اور زمین سے متصل تھے (جو زمین سے ملے رہنے کی وجہ سے متاثر ہوتے تھے (بخاری صـ۱۸۰ ج ۱) شرح موطاء او جز المسالک صـ۱۱ ج ۲ میں بیہقی) ابن سعد اور ابو نعیم کے حوالہ سے روایت ہے کہ اس کے بعد ایک مرتبہ جب حضرت معاویہؓ نے اسی جگہ اہل مدینہ کے لئے نہر کھدوائی تو اس وقت بھی ان حضرات کو وہاں سے قدرے ہٹایا گیا تھا اور جگہ بدل کر دفن کیا گیا تھا - یہ واقعہ ان حضرات کی شہادت سے چالیس سال بعد ہوا - روایت کا ترجمہ یہ ہے کہ ہمیں اپنے اپنے شہداء کے ہٹانے کے بارے میں اطلاع دی گئی - ہم نے انہیں نکالا تو اُن کے بدن ایسے نرم تھے کہ ان کے ہاتھ پاؤں مڑ جاتے تھے —— یہ واقعہ چالیس سال ہوا اور ایک پھاوڑا حضرت حمزہؓ کے پاؤں پر لگا - تو اس میں سے خون نکلنے لگا — بیہقی نے اس روایت کو کئی طرح دلائل نبوت میں دیا ہے -

ان حضرات کا تیسرا واقعہ امام مالکؒ کی کتاب موطاء میں ہے کہ حضرت عمرو بن جموح اور حضرت عبداللہ دونوں کی قبریں سیل (پانی کی رَو) کی وجہ سے کھُل گئیں - (اور قبریں مٹی بہنے کی وجہ سے مل جایا کرتی ہیں تو دونوں مل بھی گئیں) تو پوری طرح کھودی گئی تاکہ انہیں اس جگہ سے دوسری جگہ دفن کر دیا جائے تو ان دونوں حضرات کو ایسے پایا گیا کہ جیسے وہ کل ہی شہید ہوئے ہیں - اور ایک صاحب (حضرت عبداللہؓ) جب زخمی ہوئے تھے تو انہوں نے اپنا ہاتھ اپنے زخم پر رکھ لیا تھا اور اسی طرح وہ دفن کر دئے گئے تھے - ان کا ہاتھ ان کے زخم سے ہٹایا گیا - پھر جب چھوڑا گیا تو جیسے پہلے تھا ویسے ہی پھر ہو گیا - یہ واقعہ ان کے دفن سے چھتیس سال بعد کا ہے“ آخر کتاب الجہاد موطاء امام مالک صـ۱۷۷ نیز شرح موطاء صـ۱۰۹ میں ہے کہ جب ان کا ہاتھ ہٹایا گیا تو اس میں سے خون نکلا - اسے اسی جگہ لوٹا دیا گیا تو خون بند ہو گیا -

آپ نے ان حضرات کا حال سنا - اسی طرح صحابہ کرامؓ میں بعض اور صحابہ کے بھی حالات ہیں - حضرت طلحہؓ کو ایک شخص نے خواب میں دیکھا فرماتے ہیں کہ مجھے میری اس قبر سے ہٹا دو کیونکہ مجھے پانی سے تکلیف پہنچ رہی ہے - تین رات وہ اسی طرح دیکھتا رہا - یہ شخص حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس آیا اور وہ بصرہ کے نائب امیر تھے (ان کے فتوے کے بعد) لوگوں نے اُن کی نئی قبر بنانے کے لئے بصرہ میں دس ہزار درہم میں ایک مکان خریدا - اور وہاں منتقل کرنے کے لئے جب قبر کھولی گئی تو دیکھا کہ ان کے جسم مبارک پر پانی کے اثر سے سبزی (کائی) جم گئی تھی - ان کا جسم مبارک اسی طرح تھا جیسے انہیں دفن کیا گیا تھا - (البدایہ والنہایہ صـ۲۱ ج ہفتم)

حضرت سیدنا حذیفہؓ اور حضرت عبداللہ بن جابرؓ کا واقعہ بھی جو عراق میں دجلہ کے کنارے مدفون ہیں اسی طرح کا ہے - یہ واقعہ ۱۱ر دسمبر ۱۹۳۳ء کو لکھنؤ کے مشہور رسالہ ”صدق“ میں چھپا ہے - عینی گواہ سید لطافت حسین ہیں وہ لکھتے ہیں —
”دریائے دجلہ کے کنارے سیدنا حضرت حذیفہ اور حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہم کے مزارات ہیں - دریا زمین کو کاٹتا ہوا ان مزارات کی بالکل جڑ تک پہنچ گیا - اور یہ خیال تھا کہ چند روز میں یہ مزارات مقدسہ دریا برد ہو جائیں گے - اس واسطے حکومت عراق نے تجویز کیا کہ ان حضرات کی نعش مبارک قبور کھود کر حضرت سلمان فارسیؓ کے احاطہ میں دفن کر دی جائیں - مجھ کو ذرا دیر سے خبر ملی لیکن الحمدللہ ان اصحاب کبار کے جنازوں میں شرکت اور کندھا دینے کا موقع اچھی طرح سے مل گیا - تقریباً آٹھ دس ہزار آدمی جمع ہو گئے میں اپنی اس خوش قسمتی پر نازاں ہوں - کہاں میں سیہ کار اور کہاں یہ اصحاب کبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازوں کی شرکت - جو سماں اس وقت تھا وہ احاطۂ تحریر سے باہر ہے - الخ

اللہ تعالیٰ کسی کو کسی طرح کا اور کسی کو کسی طرح اعزاز عطا فرماتا ہے مگر یہ ملتے اسی کو ہیں جو خلوص قلب سے اللہ کا ہو رہے اور اس کے دل میں اللہ کی یاد بس جائے - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا - قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥
ترجمہ: آپؐ کہہ دیجئے کہ میری نماز اور میری قربانی میری زندگی اور موت سب اللہ ہی کے لئے ہے جو سب جہانوں کا رب ہے -

بات یہ ہے کہ صحابہ کرام کے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارکہ کے طفیل اسلام اور اللہ و رسولؐ کی محبت اس درجہ راسخ ہو جاتی تھی کہ ان کے دل میں ما سوٰی کی طلب

(باقی صـ۲۲ پر)

حضرت مولانا جمیل احمد صاحب میواتی

جہاد فی سبیل اللہ اور اس کی حقیقت

الحمد للہ وحدہٗ۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہٗ ولا رسول بعدہٗ ولا نبوت بعدہٗ۔
یَاۤ اَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ وَمَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ○ (الآیہ)

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ (حدیث شریف)

سید الاولین والآخرین وا شرف الآخرین محبوب خدا خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ تمام اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ یعنی نیکی خواہ چھوٹی ہو خواہ بڑی اس کے کرنے کی نیت جب تک صحیح نہ ہو اللہ تعالیٰ اس کو قبول نہ فرمائیں گے۔ ازل سے دو لائنیں چلی آتی ہیں۔ نیکی کی ضد بدی، اخلاص کے مقابلہ میں ریا و سمعہ، سنت کے مقابلہ میں بدعت، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ مجھے اپنی امت کے بارے میں شرک اصغر کا بہت خدشہ ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شرک اصغر (چھوٹا شرک) کیا ہے؟ اس لئے کہ بڑا شرک تو بتوں کا پوجنا، غیر خدا کو خدا ماننا، مخلوق میں سے کسی کو خدا کا درجہ دینا وغیرہ وغیرہ سمجھ میں صاف آتا ہے۔ یہ چھوٹا شرک کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا شرک اصغرؔ "الرِّیَآءُ" ہے۔ یعنی نیک کام تو کرنا مگر اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کو راضی کرنے، اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی بجائے دنیا میں شہرت، ناموری، واہ واہ، داد حاصل کرنے وغیرہ کی نیت سے کرنا یہ شرک اصغر ہے جس کو ریاء اور سمعہ بھی کہتے ہیں۔

راستہ میں سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا یہ بھی نیکی ہے جو بلا مشقت اور بلا مال خرچ کئے کی گئی ہے۔ اگر خالص اللہ پاک کو راضی کرنے اور آخرت میں ثواب حاصل کرنے کی نیت سے کی گئی ہے تب تو یہ نیکی فی الواقع نیکی ہے۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اس کے کرنے سے اتنے خوش ہو جائیں کہ کرنے والے پر جنت واجب فرما دیں۔ وہ مالک و مختار ہے اسے کون روک سکتا ہے۔ صحیح بخاری شریف کی ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک فاحشہ نے پیاسے کتے کو پانی پلا کر اس کی جان بچا لی۔ اللہ پاک نے اس کے سب گناہ معاف فرما دئے۔ اور ایک آدمی نے ایک بلی کو بلا وجہ قید کر دیا تھا حتیٰ کہ مر گئی۔ اس کے ظلم سے ناراض ہو کر اللہ پاک نے جہنم اس پر واجب کر دی۔ خدا کو ظلم کسی حال پسند نہیں خواہ جانور پر ہی کیوں نہ کیا جائے۔

اب اس کے مقابلہ میں حج جیسے بڑے عمل کو لیجئے کہ کتنی مشقت سفر کی اٹھانی پڑتی ہے، مال بھی کتنا خرچ کرنا پڑتا ہے۔ مگر یہ بڑا عمل دنیا میں حاجی صاحب کہلانے یا اس کے ذریعہ توقیر و عزت حاصل کرنے، وہاں سے مال و متاع سونا وغیرہ لانے کی نیت سے کیا تو ثواب ہرگز نہیں ملے گا بلکہ آخرت میں خرابیٔ نیت کے سبب خدا کی ناراضگی اس کے نامۂ اعمال میں شامل ہو گی جس کا نتیجہ جہنم میں جانا ہو گا۔ ایک حدیث شریف میں ارشاد وارد ہوا ہے کہ عالم، شہید اور سخی کو سب سے پہلے جہنم میں ڈالا جائے گا۔ ان ہی تینوں سے دوزخ کی آگ کو سلگایا جائے گا۔ آپ اندازہ فرمائیں۔ عالم ہونا، شہید ہونا، سخی ہونا کتنے بلند مراتب ہیں۔ یہ وہ ہی عالم، شہید و سخی ہوں گے جن کی نیتوں میں اخلاص نہ تھا۔ اسی حدیث شریف میں آگے چل کر ان کی نیتوں کی خرابی جتلا کر ان کو اُلٹے منہ دوزخ میں ڈالے جانے کا طویل قصہ مذکور ہے۔ اللّٰھم احفظنا۔ فقط اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کو راضی کرنے کے لئے نیکی کرنا اخلاص ہے مخلوق کو دکھانے، سنانے، خوش کرنے، ان سے شہرت حاصل کرنے کی نیت سے نیک عمل کرنا خواہ بڑا خواہ چھوٹا ریا ہے۔

تیغ و تبر سے پہلے

لہٰذا جہاد جیسے اونچے اور بڑے عمل میں شریک ہونے سے پہلے ہم سب پر لازم ہے کہ اپنی نیتوں میں اخلاص پیدا کر لیں۔ ایسا نہ ہو کہ ہم اپنے آپ کو مجاہد، غازی، عالم اور شہید جانتے رہیں اور کل قیامت میں سب کچھ بیکار ثابت کر دیا جائے۔ "اعمال کے قبول ہونے اور قبول نہ ہونے کے بارے میں نیت کو مرکزیت کا درجہ حاصل ہے"۔ خوب سمجھ لو!

شرکت جہاد کے بارے میں صحیح نیت

ہر مجاہد کو چاہئے خواہ وہ تربیت یافتہ فوجی کی حیثیت رکھتا ہو خواہ رضا کار کی حیثیت رکھتا ہو۔ جہاد میں جانے سے قبل یا اس وقت جس محاذ پر ہے اپنے دل میں یہ ارادہ و خیال پختہ کر لے کہ یا اللہ! میں فقط تیرا حکم سمجھ کر تجھے راضی کرنے کی نیت سے ثواب و جنت ملنے کی امید پر گناہوں کے بخشے جانے کی امید پر اور تیرے آخری رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ساری کائنات میں افضل و اعلیٰ ہیں۔ ان کے مبارک طریقہ پر چلتے ہوئے اس جہاد میں شریک ہوا ہوں۔ اس کے علاوہ اور میری کوئی نیت ہرگز نہیں ہے"۔

شیطان دشمن ازلی ہے!

اول تو شیطان کسی مسلمان کو نیک کام کی طرف آنے دیتا نہیں۔ گندے اور فاسد خیالات دل میں پیدا کر کے نیکی سے برگشتہ کر دیتا ہے۔ اور بدی کو مزین کر کے پیش کرتا ہے۔ اور اگر فضل الٰہی سے کوئی نیکی کی طرف آ بھی جائے تو اس کی نیت میں فتور ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اگر اول میں نیت کو صحیح کر بھی لیا جائے تو درمیان عمل میں اور پھر آخر تک ختم عمل تک اسی ناپاک کوشش میں رہتا ہے لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ ہر نیکی کرنے سے قبل اس کے درمیان میں اور آخر تک نیت صحیحہ کا دھیان رکھے۔ اور عمل کے ختم ہونے کے بعد بھی اپنی نیت کی کمی کوتاہی سے لگا رہے۔ اس پر افسوس اور ندامت ہو۔ اور اللہ تعالیٰ سے اپنی کوتاہیوں کی معافی چاہے۔ یہ ہی مخلصوں کی عادات و اطوار ہیں۔

جہاد کے بارے میں غلط نیت!

ملک و مال کے حاصل کرنے کی نیت سے لڑنا جہاد نہیں۔ صرف مال غنیمت ہی کے حاصل کرنے کی نیت سے لڑنا جہاد نہیں فقط وطن کے جذبہ سے لڑنا جہاد نہیں۔ لیکن اسلامی سرحدات کی حفاظت کے لئے لڑنا عین جہاد ہے۔ کوئی تمغہ حاصل کرنے کے لئے لڑنا نہیں۔ شہرت، ناموری، بہادر کہلائے جانے، غازی و مجاہد، جانباز کہلائے جانے، اخبارات میں میرے فوٹو شائع ہوں گے۔ ریڈیو پر میرا نام نشر ہو گا۔ اس نیت سے لڑنا جہاد نہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی غلط و گندی نیتیں ہو سکتی ہیں۔ یہ ایک حکم گو کی شان سے بعید ہے ایسی نیتوں میں کافر و مسلم سب برابر ہیں۔ مسلمان فقط اسلام کی سربلندی کے لئے لڑتا ہے۔ اس پر مال غنیمت، ملک و رقبہ ہاتھ آ جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ ہمارا جذبہ ان چیزوں کے حصول کا نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ یہ چیز اخلاص کے منافی ہے۔

(باقی باقی)

یہ غلط کہ کام آئے تیری عقل مصلحت بیں
کہ حنین و بدر و خندق ہیں جنوں کی جلوہ گاہیں

●

سرِ کفر توڑنا ہے مجھے اے خدا عطا کر
کسی غزنوی کے بازو کسی غزنوی کی باہیں

ابوعبدالرحمٰن لودھیانوی۔ شیخوپورہ

اسلام اور جہاد

جہاد کے لغوی معنی کسی ناپسندیدہ چیز کے دفع کرنے میں انتہائی کوشش کرنے کے ہیں یہ کوشش کبھی ہتھیار سے ہوتی ہے، کبھی زبان سے، کبھی قلم اور مال سے۔ اسلامی اصطلاح میں جہاد کی تعریف یہ ہے کہ اپنے قومی مفاد کے حفظ و بقا اور امن پسند رعایا کی جان و مال اور عزت کے بچانے میں فوج محمدیؐ جس کا ہر مسلمان سپاہی ہے اپنی جانیں پیش کرے۔

جہاد کے معنی اپنی پوری پوری طاقت کے ساتھ اللہ کی راہ میں کوشش کرنے کے ہیں، کسی وقت بھی ہمت نہ ہارنا بزدل نہ بننا پیٹھ نہ دکھانا اور اپنا فرض ادا کرتے ہوئے میدان میں کھڑے رہ کر جان دے دینا۔

اسلام نے جہاد کو اللہ کے تمام حقوق پر مقدم رکھا ہے اور اس حکم کو باقی تمام احکام پر فضیلت و ترجیح دینے کی غرض صاف ہے کیونکہ جب تک کسی مملکت سے فتنہ و فساد کی بیخ کنی کر کے اس میں صلح و آشتی اور اطاعت و متابعت کا بیج نہ بویا جائے اس وقت تک انتظام قائم رکھنا ناممکن ہو جاتا ہے۔

مقصدِ جہاد جہاد سے خون ریزی مراد نہیں ہے بلکہ اعلائے کلمۃ اللہ اور دفع فتنہ مقصود ہے اگر بغیر خونریزی یہ مقصد حاصل ہو جائے تو خواہ مخواہ خون بہانے کی کیا ضرورت ہے؟ اللہ کے دین کو بلند کرنے اور غالب کرنے کی غرض سے مظلوم مسلمانوں کو کافروں کے ہاتھوں سے چھڑانے کی وجہ سے مسلمانوں کو شیطان کے دوستوں (کافروں) سے لڑنا بلا تامل ضروری ہوا نیز اگر کوئی جماعت مسلمان ہونے کے باوجود اسلام کے کسی قطعی حکم (نماز، زکوٰۃ وغیرہ) کے ماننے سے انکار کرے تو اس سے بھی ضرور قتال کیا جائے گا کافروں سے لڑائی اس لیے ہے کہ ظلم موقوف ہو اور وہ کسی کو دین سے گمراہ نہ کر سکیں اور خاص اللہ ہی کا حکم جاری رہے۔ (پارہ ۲ ع ۸)

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ

ترجمہ:- اور ان سے لڑو یہاں تک کہ فساد باقی نہ رہے اور خدا تعالیٰ ہی کا حکم رہے۔

"جو کہ خدا سے ڈر کر کرو اس کی اجازت کے خلاف ہرگز نہ ہو بے شک اللہ تعالیٰ ڈرنے والوں کا ناصر و مددگار ہے۔"

● مسلمانوں کو کافروں اور مشرکوں سے اس وقت تک لڑتے رہنا چاہیئے جب تک کہ ان کا زور نہ ٹوٹے یا مذہب حقہ کو موت کی دھمکی دے سکیں۔

بہر حال جہاد و قتال کا اولین مقصد یہ ہے کہ اہل اسلام مامون و مطمئن ہو کر خدا کی عبادت کر سکیں اور دولتِ ایمان و توحید کفار کے ہاتھوں سے محفوظ ہو۔

جہاد کا آخری مقصد یہ ہے کہ کفر کی شوکت نہ رہے حکم اکیلے خدا کا چلے و دینِ حق سب ادیان پر غالب آ جائے۔

اَلْجِهَادُ مَاضٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ ترجمہ:- جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔

قومی حیات کے لیے جہاد امور ضروریہ میں سے ہے اور اسی بنا پر اسلام نے اسے لازمی قرار دیا ہے تاکہ دنیا میں قانون فطرت کی ترویج ہو اور مخالفت کرنے والوں سے جدال و قتال کیا جائے۔ اگر کفار جزیہ دے کر اسلامی رعایا بننے یا مسلمانوں کے تحت امن میں آ جانے یا باہمی مصالحت اور معاہدہ کی رو سے مسلمانوں کو عملاً مطمئن کر دیں کہ وہ ان کے دین میں کوئی رخنہ اندازی نہیں کریں گے اور مظلوم مسلمانوں کو مرتد نہیں بنائیں گے۔

۱۹۳۱ء سے ۱۹۴۷ء تک مسلمانان کشمیر ڈوگرہ راج کے ناگفتہ بہ مظالم سہتے رہے پھر ہندو راج نے انکے ظلم و ستم ڈھانے شروع کئے۔ اور کشمیریوں کے لئے حق خود ارادیت کے مطالبہ کو ٹھکرا دیا گیا اور بزدل منافق ہندوستانیوں نے بغیر اعلانِ جنگ کئے ہوئے پاکستان کی مقدس اسلامی، سرحدوں پر بے خبری میں شدید حملہ کر دیا اور بین الاقوامی سرحد پار کر کے پاکستان میں گھس آئے۔

اجازتِ جہاد مکہ کی تیرہ سالہ زندگی میں مشرکین نے جو دردناک اور ہوش ربا مظالم مٹھی بھر مسلمانوں پر روا رکھے اور مظلوم مسلمانوں نے جس صبر و استقلال اور معجزہ نما (استقامت) و للّٰہیت سے تیرہ سال تک ان ہولناک مصائب و شدائد کا تحمل کیا دنیا کی تاریخ کا بے مثال واقعہ ہے تاہم مسلمانوں کو حق تعالیٰ نے ان وحشی ظالموں کے مقابلے میں ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہ دی۔ صبر و تحمل کے امتحان کی آخری حد یہ تھی کہ مسلمان مقدس وطن، عزیز و اقارب اہل و عیال، مال و دولت سب چیزوں کو خیرباد کہہ کر خالص خدا اور رسول کی خوشنودی کا راستہ طے کرنے کے لیے گھروں سے نکل پڑے۔ جب مشرکین کا ظلم و تکبر اور مسلمانوں کی مظلومیت اور بے کسی حد سے گزر گئی۔ تب ان مظلوموں کو کفار کے ہر قسم کے حملے برداشت کرنے کے بعد ظالموں سے لڑنے اور بدلہ لینے کی اجازت دے گی۔

اسی طرح ہمارے صدر فیلڈ مارشل ایوب صاحب نے مسلسل اٹھارہ سال کے بعد بھارت سے لڑنے کی اجازت دی جب کہ پیمانہ صبر لبریز ہو چکا اور بھارت نے کشمیر کے علاوہ مقدس پاکستان پر اچانک حملہ کر دیا۔

تیاریٔ جہاد "اے مسلمانو! ان کافروں کے لیے جس قدر بھی تم سے ہو سکے ہتھیار سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے سامان درست رکھو تاکہ اس کے ذریعہ سے تم رعب جمائے رکھو ان پر جو اللہ کے دشمن ہیں۔" پ ۱۰ ع ۴

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو متنبہ کیا ہے۔ کہ یہ تمہارا فرض ہے کہ دشمنوں کے مقابلہ کے لیے ہتھیار وغیرہ تیار رکھو۔ اور جہاں تک قدرت ہو سامان جنگ فراہم کرو جہاد کی تیاری میں جس قدر مال خرچ کرو گے۔ اس کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔ ایک درہم کے عوض سات سو درہم اور بسا اوقات دنیا میں بھی اس سے کہیں زیادہ معاوضہ مل جاتا ہے۔

"راہ جہاد میں مال خرچ کرنا اللہ کو قرض دینا ہے" جو لوگ جہاد کی راہ میں مال خرچ نہیں کرتے وہ اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیتے ہیں۔ کیونکہ جہاد سے اعراض کا نتیجہ قومی زندگی کی ہلاکت ہے۔

نبیؐ کے عہد مبارک میں گھوڑے کی سواری شمشیر زنی اور تیر اندازی وغیرہ کی مشق کرنا سامان جہاد تھا۔ آج بندوق پستول ٹینک، توپ، بم، ہوائی جہاز، آب دوز کشتیاں، آہن پوش گروزنہ وغیرہ کا تیار کرنا اور استعمال میں لانا اور فنون حربیہ کا سیکھنا، بلکہ ورزش وغیرہ کرنا سب سامان جہاد ہے یہ سب سامان اور تیاری دشمنوں پر رعب جمانے اور دھاک بٹھلانے کا ایک ظاہری سبب ہے۔ بڑی تیاری یہ ہے کہ اس راہ میں اپنا مال خرچ کرو۔

فرضیتِ جہاد اگر دشمنانِ دین مسلمانوں پر چڑھائی کریں تو مسلمانوں پر جہاد فرض عین ہوتا ہے ورنہ فرض کفایہ۔ البتہ جن لوگوں سے مسلمان معاہدہ اور مصالحت کر لیں یا ان کی امن اور حفاظت میں آ جائیں تو ان سے لڑائی کرنا یا ان کے کسی مخالف کو مدد دینا ہرگز جائز نہیں۔ جب جنگ ناگزیر ہو تو اس سے غفلت نہ کرو۔ یہ مصلحت نہیں ہے کہ سب مسلمان ایک دم جہاد کے لیے نکل کھڑے ہوں، مناسب یہ ہے کہ ہر قبیلہ اور قوم میں سے ایک جماعت نکلے باقی لوگ دوسری ضروریات میں مشغول ہوں۔

اگر ملک پر کفار حملہ آور ہوں تو وہاں کے مسلمانوں پر دفاع واجب ہے اور اگر وہ کافی نہ ہوں یا سستی کریں تو ان کے متصل رہنے والوں پر اگر وہ بھی کافی نہ ہوں تو پھر جو ان کے متصل ہوں۔ اسی طرح اگر ضرورت پڑے تو درجہ بدرجہ مشرق سے مغرب تک جہاد فرض ہوتا چلا جائے گا۔

فتح و شکست کا دارومدار افراد کی کثرت و قلت پر نہیں بلکہ دلوں کی قوت پر ہے۔ صابر اور ثابت قدم ہی کامیاب ہوتے ہیں۔

جو لوگ مسلمانوں کی جان، مال عزت اور اسلام پر حملہ آور ہوں۔ ان کی مدافعت کرنا مسلمان کا مذہبی فرض ہے۔ ہاں لڑنے والوں سے لڑنا فرض ہے ان کے پسماندگان، بیویوں، بچوں، بوڑھوں اور گوشہ نشینوں سے کچھ نہ کہو۔ دفع مظالم کے لیے جنگ ضروری ٹھہری۔ حق و باطل کا مقابلہ ہمیشہ ہی رہتا ہے۔ جس وقت مسلمانوں اور کافروں میں جنگ ٹھہری۔ حق و باطل کا مقابلہ ہمیشہ ہی رہتا ہے۔ جس وقت مسلمانوں اور کافروں میں جنگ ہو جائے تو مسلمانوں کو مضبوطی اور بہادری سے کام لینا چاہیئے باطل کا زور جبھی ٹوٹے گا کہ بڑے بڑے شریر مارے جائیں اور ان کے جتھے توڑ دیئے جائیں اور دشمنانِ اسلام کی گردنیں مارنے میں کچھ باک نہ کرو کافی خونریزی

کے بعد جب تمہاری دھاک بیٹھ جائے اس وقت قید کرنا بھی کفایت کرتا ہے۔

اقسام جہاد جہاد کی بہت سی قسمیں ہیں (۱) جہاد نفس (۲) جہادِ مال (۳) جہاد زبان (۴) جہاد علم و دماغ (۵) جہادِ جان۔ حدیث میں ہے کہ مشرکوں کے ساتھ اپنے مالوں۔ جانوں اور اپنی زبانوں سے جہاد کرو۔

جہادِ نفس یہ ہے کہ نفسِ امارہ سے جنگ کی جائے اور اسے بری خواہشوں بری عادتوں، ناجائز کاموں اور گناہوں سے روکا جائے۔

جہادِ مال یہ ہے کہ دینِ اسلام اور مجاہد مسلمانوں کی امداد کے لیے زر و مال قربان کیا جائے اور غازیان و شہیدان کے اہل و عیال کی امداد کی جائے۔

جہادِ زبان یہ ہے کہ دین اسلام کی حمایت اور کلمہ حق کو بیان کرنے کے لیے ظالم حاکموں اور بادشاہوں کے منہ پر کھری اور سچی سچی باتیں سنا دی جائیں (حدیث) أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ الْحَقِّ عِنْدَ سُلْطَانٍ الْجَائِرِ (ترجمہ) سب سے افضل جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے سچی بات کہنا ہے۔ جہادِ علم و دماغ (قلم) یہ ہے کہ اپنے علم و عقل کی طاقت سے اسلام کے دشمنوں کا بذریعہ تحریر و اشاعت مقابلہ کیا جائے۔

اور جہاد جان یہ ہے کہ خدا کے رستہ میں شہید ہو جائے جہاد کا یہ سب سے افضل درجہ ہے۔

اسلام اپنے تابعداروں کو بزدل۔ بے غیرت اور بے حمیت بنانا نہیں چاہتا۔ بلکہ وہ اپنے پیروؤں کو غیرت، حمیت، شجاعت اور حفاظتِ نفس کی تعلیم دیتا ہے۔

حاملینِ اسلام ابتدا ہی سے مجسمۂ شجاعت، پیکر ہمت شہادت کے دلدادے اور جذبۂ فدائیت سے معمور، دنیا کو قید خانہ جنت کو وطن مالوف سمجھنے والے تھے اس لیے خداوند تعالیٰ نے اعدائے اسلام کی بربادی کا پیغام انہیں کے مبارک ہاتھوں سے پہنچایا۔

ہر تاریخی مصیبت کے وقت صرف ایک ہی چیز مشکل کشا ثابت ہوئی ہے اور وہ یہ ہے مسلمانوں کے بازو کی قوت یعنی اعلانِ جہاد، فوجی تنظیم اور سپاہی کی رہنمائی۔ جب بھی جمعیت اسلامی پر تاریخ دنیا کا کوئی نازک ترین وقت آ جاتا تو مسلمان راہِ حق میں کھڑے ہو جاتے مسلمان سر بکف کھڑے ہو جاتے۔

مسلمان تیغ بدست کھڑے ہو جاتے۔ آئمہ جہاد ان کی رہنمائی کرتے۔ ہر مسلمان استقلال کا پہاڑ بن جاتا، ہر مسلمان استقلال کی زمین پہ قدم جما دیتا، ہر مسلمان اپنی جان کی بازی لگا دیتا۔ یہ ایک فیصلہ کن جنگ ہوتی اور اس کے ساتھ ہی آسمان سے فتح و نصرت کی بشارتیں اترتیں اسلام کا سفینہ ساحلِ نجات پہ پہنچ جاتا اور دلوں کا غبار دھل جانے کے بعد ملک میں پھر امن و امان قائم ہو جاتا۔

چنانچہ ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کو ایسا ہی ہوا۔ فیلڈ مارشل صدر ایوب خان صاحب کی طرف سے اعلانِ جہاد ہوا اور سترہ روزہ کی جنگ میں مذکورہ بالا تمام واقعات پہ مہر تصدیق ثبت ہو گئی۔

پاکستانی مجاہدوں نے لڑنے اور مقابلہ میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اپنی پیاری اور قیمتی جانیں اللہ کی راہ میں دیدیں پاکستانیوں نے مالی امداد اور عطیات دینے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا اور مدافعت کے لیے اپنے اوقات رضاکارانہ طور پر پیش کیے۔ تائید غیبی کے حیران کن واقعات بھارتی فوجیوں اور جہاز رانوں کی زبان سے سنے گئے مثلاً انہوں نے خود اعتراف کیا ہے کہ ہم بم پھینکتے تھے لیکن سفید ریش بزرگ جو صاف سفید کپڑوں میں ملبوس تھے ہمارے گرائے ہوئے بموں کو اپنے ہاتھوں میں دبوچ لیتے تھے اور آرام سے زمین پر رکھ دیتے تھے۔ دشمنانِ اسلام کو فرشتوں کی فوجیں پاکستانی غازیوں کی حفاظت کرتی ہوئی نظر آئیں۔

مجاہدین و غازیانِ پاکستان نے اس سترہ روزہ جنگ میں قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی شجاعت تازہ کر دی ہے۔ مخلص مجاہدین کے دماغ میں اخلاق و اعمال میں ایک خاص قسم کی سرشاری پیدا ہو گئی ہے۔ ان کے ارادے مضبوط، ان کی ہمتیں بلند اور ان کے حوصلے بلند ہو گئے ہیں۔ مصائب و نوائب کے پہاڑ ان کے سامنے آئے مگر ان کے عزم بے پناہ سے خائف ہو کر چور چور ہو گئے۔

مائیں اپنے شہید بیٹوں پر فخر کرتی ہیں اور شکرانہ کے نفل پڑھتی ہیں اگر ایک بیٹا شہید ہو گیا ہے تو وہ دوسروں کو بھی شہید ہو جانے کی تمنا رکھتی ہیں۔ پاکستانی بیوائیں اپنے شہید خاوندوں کو خراج تحسین پیش کرتی ہیں۔

یہ سب عشق جہاد کا جذبہ ہے نبی کریمؐ کی صحبت سے صحابہؓ رضوان اللہ علیہم کے دلوں میں عشق الٰہی کا نشہ پیدا ہوا تھا جس کی مثال کسی قوم و ملت کی تاریخ میں موجود نہیں مستطیع اور مقدور والے صحابہ کو دیکھو تو جان و مال سب کچھ خدا کے راہ میں لٹانے کو تیار ہیں اور سخت سے سخت قربانی کے وقت بڑے ولولہ اور اشتیاق سے آگے بڑھتے ہیں۔ غزوۂ بدر میں شکست کھانے کے بعد کفار مکہ کا وقار خاک میں مل گیا۔ ستر نامور سردار مارے گئے اور ستر ہی قید ہوئے۔ تمام کافروں کی کمریں ٹوٹ گئیں۔

یوم بدر کو قرآن نے یوم الفرقان اسی لیے کہا کیونکہ اس نے حق و باطل، اسلام و کفر اور موحدین و مشرکین کی پوزیشن کو بالکل جدا کر کے دکھا دیا۔

فضائلِ جہاد يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ (پ ع ۵)

ترجمہ: اے نبی! مسلمانوں کو لڑائی کا شوق دلا۔

ارشادات نبوی: جہاد سب اعمال کی چوٹی ہے (حدیث)

۲۔ مجاہد کو بہشت میں پہنچانے کے لیے خدا خود ضامن بن جاتا ہے۔

۳۔ بہشت کے دروازے تلواروں کے سایہ کے نیچے ہیں

۴۔ شہید کو جنت میں اس کا مقام دکھایا جاتا ہے عذاب قبر معاف کر دیا جاتا ہے اس کے سر پہ عزت کا ایک ایسا تاج رکھا جاتا ہے جس کے ایک یاقوت کی قیمت کرۂ ارض کی تمام دولتوں سے اعلیٰ ہے۔

شہید کی سفارش سے اس کے ستر رشتہ دار بخشے جائیں گے۔ مجاہد اگر جہاد کی نیت سے گھوڑا پالتا ہے تو اس کا عمل قیامت کے دن تک بڑھتا اور پھیلتا رہے گا۔

اگر جہاد کے راستے میں کسی شخص کے دونوں قدم گرد آلود ہو جائیں تو ان پہ دوزخ کی آگ حرام ہو گی۔

جہاد کے راستہ کا غبار اور دوزخ کا دھواں کبھی ایک جگہ جمع نہیں ہوں گے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ وہ آنکھ جو لشکر اسلام کی حفاظت میں رات کو جاگتی رہی۔ اس پہ دوزخ کی آگ حرام ہو گئی۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میدان جہاد میں صبح یا شام کے چند گھنٹے خرچ کر دینا دنیا و مافیہا سے زیادہ افضل ہیں۔ اللہ کے راستے میں اسلامی سرحدات اور مجاہدین کے مال و اسباب اور اس کے بیوی بچوں کی حفاظت کے لیے ایک دن پہرہ دینا اور مقامات پہ ہزار دن کے لیے پہرہ دینے سے بہتر ہے۔

بقیہ: ص ۲۷ **جہاد اور سپاہ کی تعداد**

قبضہ کیا۔ حالانکہ ان کے ساتھ چند ہزار مسلمانوں کی جمعیت تھی۔ سوڈان میں ۱۸۸۲ء میں مہدی سوڈانی نے انگریزوں کے خلاف جہاد کیا۔ اور انگریز جنرل۔ گارڈن پاشا کو قتل کر کے سوڈان کو انگریزوں سے آزاد کرایا۔ حالانکہ ان کے ساتھ چند سو درویش تھے ۱۹۱۹ء میں افغانستان نے اپنی بے سروسامانی کے باوجود برطانیہ کی عظیم قوت سے ٹکر لی اور تین ماہ کے مردانہ وار مقابلے کے بعد افغانستان کو آزاد کرایا۔ ۱۸۹۹ء سے ۱۹۰۵ء تک شمالی لینڈ کے ایک عالم ملا محمد بن عبداللہ نے انگریزوں کے خلاف جہاد کر کے ان کا قافیہ تنگ کیا۔ مگر پھر سازشوں اور غداروں کی وجہ سے انہیں ناکامی ہوئی۔

۱۹۲۲ء میں مصطفیٰ کمال پاشا نے شعاریہ کے مقام پر یونانیوں کی بے شمار فوج کو شکست دیکر آزاد ترکی کی داغ بیل ڈالی۔ الجزائر میں امیر عبدالقادر اور مراکش میں امیر محمد بن عبدالکریم نے فرانسیسیوں کا ناک میں دم کر دیا تھا۔ ان غازیوں نے کئی برس تک فرانسیسیوں کے خلاف جہاد کیا۔ مگر آخر کار اپنوں اور بیگانوں کی سازشوں کی وجہ سے ناکام رہے۔ ۱۹۵۶ء میں جب مصر پر برطانیہ۔ فرانس اور اسرائیل نے متحد ہو کر حملہ کیا۔ تو مصر نے نہایت بہادری سے ایک ہفتے تک ان تینوں کا مقابلہ کیا۔ پاکستان اور ہندوستان کی حالیہ جنگ میں پاکستان نے اپنے سے ساڑھے پانچ گنا زیادہ آبادی رکھنے والے اور اپنے ''سے'' تگنی فوج اور سازوسامان رکھنے والے ہندوستان کو عبرتناک شکست دی۔ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ۔

عہدِ عثمانی میں اسلامی جہاد

مولانا سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری مدظلہ العالی

جہاد کا آغاز ہجرت کے بعد خود عہد نبوت میں ہو گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی سراپا جہاد ہے۔ حضور کی پوری فوج حضرات صحابہ پر مشتمل تھی۔ حضرات صحابہ کرام جس طرح اسلام میں سابقین اولین ہیں۔ اسی طرح جہاد میں بھی سابقین اولین ہیں۔ ان کے تذکار جہاد سے ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ اور حضرت عمر فاروق اعظمؓ کا پورا عہد خلافت، جہاد کا دور ہے، اس دور میں صحابہ کرامؓ کے مجاہدانہ کارناموں کی مثال نہیں ملتی، ان کارناموں کا ذکر اذکار ہمارے لئے سرمایۂ رشد و ہدایت، باعث یمن و سعادت اور موجب خیر و برکت ہے۔

بایں ہمہ میں نے ان ایمان افروز، اور حیات آفریں ذکر و بیان سے صرف نظر کر کے "عہدِ عثمانی میں اسلامی جہاد" کا عنوان منتخب کیا تو کیوں؟

میں نے دو وجوہ کے پیش نظر اس عنوان کا انتخاب کیا ہے۔ (۱) ایک تو اس وجہ سے کہ مسلمانوں میں عموماً یہ غلط فہمی موجود ہے کہ فتوحات کے اعتبار سے عہدِ عثمانی کو عہدِ صدیقی و فاروقی سے کوئی نسبت نہیں۔ ان سطور سے اس غلط فہمی کا ازالہ ہو جائے گا۔ اور معلوم ہو جائے گا کہ بلحاظ فتوحات عہد عثمانی اپنے گزشتہ ادوار سے کسی طرح کم نہیں، زیادہ ہو تو ہو۔

۲- دوسری وجہ یہ ہے کہ اعدائے صحابہ فتوحاتِ عثمانی کو محض ملک گیری کی ہوس اور جوع الارض کا نتیجہ و ثمرہ قرار دیتے ہیں۔ اسے اسلامی جہاد تسلیم نہیں کرتے۔

فریب خوردہ مسلمان

اغیار اشرار نے اپنے جذبات بغض و عداوت کی تسکین و تبرید کے لئے اس غلیظ پروپاگنڈا کو اس درجہ ہوا دی کہ بہت سے مسلمان اخیار بھی ان کے دامِ دجل و فریب میں پھنس گئے، اور وہ بھی عہدِ عثمانی کے جہاد کو قدر و منزلت کی اس نگاہ سے نہیں دیکھتے، جس سے عہد شیخینؓ کے جہاد کو دیکھتے ہیں بلکہ عہدِ عثمانی کے جہاد کو اسلامی جہاد کی بجائے عام فتوحات اور ملک گیری تصوّر کرتے ہیں۔

جہاد عہدِ عثمانی کی عظمت

جو لوگ غلط فہمی کا شکار ہو کر یہ سمجھتے ہیں کہ عہدِ عثمانی کے جہاد کو عہدِ صدیقی و فاروقی سے کوئی نسبت نہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ کیا بلحاظ کیفیت اور کیا بلحاظ کمیت ہر لحاظ سے عہدِ عثمانی کا جہاد عہد اوّل کے جہاد سے کم نہیں۔

بلحاظ کیفیت

کیفیت کا یہ حال ہے کہ (۱) اخلاص وللّٰہیت قربانی و فدائیت، جانبازی و سرفروشی کے جو جذبات عہد اوّل میں کار فرما ہیں وہی جذبات عہدِعثمانی میں موجود ہیں۔

(۲) تسخیرِ عالم کا جو ولولہ اور جوش و خروش عہد نبوت اور خلافتِ صدیقی و فاروقی میں پایا جاتا ہے، وہی عہد عثمانی میں بھی نظر آتا ہے

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اپنے والد محترم حضرت زبیرؓ کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"نہ تو انہیں کبھی امارت ملی، نہ تحصیل خراج کی افسری، نہ اس قسم کی) اور کوئی چیز۔ الا ان یکون فی غزوۃ مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم او مع ابی بکر وعمر وعثمان۔ صحیح بخاری کتاب الجہاد۔ باب برکۃ الغازی۔

البتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرات ابوبکرؓ عمرؓ اور عثمانؓ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے اس اسلوب بیان سے صاف ظاہر ہے کہ حضور اور حضرات اصحاب ثلاثہؓ کے عہد کے غزوات ایک ہی سطح اور معیار پر ہیں۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخینؓ کے زمانہ میں غزوات فی سبیل اللہ تھے، اسی طرح عہدِ عثمانی کے غزوات بھی فی سبیل اللہ ہیں۔ اور جس طرح اجلّۂ صحابہ اور سابقین اوّلین عہد اوّل کے غزوات فی سبیل اللہ میں بھی شریک ہوتے تھے، اسی طرح عہدِ عثمانی کے غزوات فی سبیل اللہ میں بھی شریک ہوتے تھے۔

بلحاظ کمیت

کمیت یعنی تعداد و شمار کے اعتبار سے بھی عہدِ عثمانی کا جہاد عہد اوّل کے جہاد سے کسی طرح کم نہیں، اسلامی غلبہ و تسلط اور فتوح و اقتدار کا جو طوفان زمانۂ رسالت اور عہد شیخینؓ میں اٹھا تھا۔ عہدِ عثمانی میں بھی وہی طوفان برابر امڈا چلا آتا ہے۔ مؤرخ اسلام حضرت مولانا قاضی محمد سلیمان صاحب منصورپوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"امیر المؤمنین عثمان شہید مظلوم بلحاظ خلافت بڑے کامیاب تھے..... بلحاظ فتوحات و ترقی دائرہ اسلام ان کے عہد میں بہت اضافہ ہوا۔ مشرق میں علاقہ جات خراسان ماوراءالنہر ترکستان، سندھ اور کابل، مغرب میں سوڈان سکندریہ، مراکو۔ ٹیونس طرابلس الغرب فتح ہوئے۔ سب سے پہلے انہوں نے بحری بیڑہ بنایا جس سے ہرقل کے بیڑے کو تباہ کیا۔ پھر بڑے بڑے جزائر فتح کئے۔ قبرص، کریٹ، مالٹا وغیرہ انہی کے فتح کردہ جزیرے ہیں۔

(رحمتہ اللعالمین، جلد ۲ ص ۱۲۰ حاشیہ)

فتوحات کی وسعت و کثرت

غزوات و فتوحات کی کثرت و وسعت کے اعتبار سے عہدِ عثمانی تاریخ اسلام کا مثالی دور ہے، ایشیا، افریقہ اور یورپ تینوں براعظموں میں امام عالی مقامؓ نے اپنی کشور کشائی و جہانگیری کی خداداد صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ فرمایا۔ اور بر و بحر میں پے در پے حملے کر کے کفر کی دُنیا تہ و بالا اور تیرہ و تار کر دی۔ قیصر و کسریٰ کے اقتدار کا جنازہ نکال اور ان کی بساطِ سیاست الٹ کر کفر کا استیصال و قلع قمع کر دیا۔ اور اسلام کو مشرق و مغرب میں غالب و ممکن کر دیا۔ اور کوہ قاف سے جبل الطارق تک لاکھوں مربع میل وسیع سرزمین پر تبلیغ دین و اشاعت اسلام کا دروازہ کھول دیا۔

ذیل میں اس اجمال کی تھوڑی سی تفصیل ملاحظہ ہو۔

سیدنا عثمانؓ ۳- محرم الحرام ۲۴ھ کو مسند آرائے خلافت ہوئے اور اسی سال سے

فتوحات کا جو سلسلہ شروع ہوا تو آغاز فتنہ تک برابر جاری رہا۔

۱- آذر بائیجان آرمینیہ - رے اور اسکندریہ وغیرہ کے لوگوں نے نقض عہد کیا تو حضرت ولیدؓ بن عقبہ اور حضرت عمرو بن عاص نے ان بغاوتوں کو کچل کر رکھ دیا اور جہاد کر کے انہیں دوبارہ فتح کیا۔

(طبری جلد ۳ ص ۳۰۷ تا ۳۱۰) و "البدایۃ والنہایۃ" جلد ۷ ص ۱۵۰ و ۱۵۱)

۲- سنہ ۲۴ھ اور سنہ ۲۵ھ میں حضرت معاویہ حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح یزید بن حر عبی اور حبیب بن مسلمہ فہری وغیرہ رضی اللہ عنہم نے بلاد روم پر پے بہ پے حملے کر کے طرابلس الشام انطاکیہ طرطوس - عموریہ شمشاط ملطیہ کو فتح کیا ، ایشائے کوچک میں کئی رومی قلعے فتح کئے اور بہت سے قلعوں کو مسمار کر دیا۔

(طبری جلد ۳ ص ۳۱۰ ، "البدایۃ والنہایۃ" جلد ۷ ص ۱۵۱ و "فتوح البلدان" ص ۱۳۲ ص ۱۹۲ ص ۱۹۳ -

۳- سنہ ۲۶ھ میں سابور فتح ہوا۔

۴- ۲۷ھ میں حضرت عبداللہؓ بن سعد بن ابی سرح نے افریقہ اور طرابلس (ٹریپولی) کو فتح کیا ، اندلس (سپین) اور اصطخر بھی اسی سال فتح ہوئے - اور حضرت معاویہؓ نے قنسرین پر حملہ کیا۔

(طبری جلد ۳ ص ۳۱۵ البدایۃ والنہایہ جلد ۷ ص ۱۵۲ -

۵- ۲۸ھ میں حضرت معاویہ اور حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہما نے قبرص پر بحری حملہ کر کے اسے فتح کر لیا -

(طبری جلد ۳ ص ۳۴۰ ، البدایۃ والنہایۃ" جلد ۷ ص ۱۵۷)

۶- سنہ ۲۹ھ اور سنہ ۳۰ھ میں حضرت سعید بن العاص گورنر کوفہ اور حضرت عبداللہ بن عامر گورنر بصرہ رضی اللہ عنہما نے سجستان خراسان ، مکران فارس - طبرستان جرجان ہرات کابل نیشاپور سرخس ، اور ماوراء النہر کو فتح کیا -

(طبری جلد ۳ ص ۳۲۰ و ۳۲۳ و "البدایۃ والنہایۃ" جلد ۷ ص ۱۵۴ -

۷- سنہ ۳۱ھ میں حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے (غزوۃ الصواری) قیصر روم سے ایک عظیم بحری جنگ لڑی - اور روما کی مسیحی سلطنت پر کاری ضرب لگائی -

(طبری جلد ۳ ص ۳۴۰ و "البدایۃ والنہایۃ" جلد ۷ ص ۱۵۷)

۸- سنہ ۳۱ھ میں حضرت عبداللہؓ بن عامر نے فارس کو فتح کرنے کے بعد قہستان ابرشہر - طوس بیورد اور حمران مرو اور بیہق وغیرہ کو فتح کیا -

(طبری ص ۳۴۸ تا ۳۵۰ البدایۃ النہایۃ جلد ۷ - ص ۱۵۹ -

۹- سنہ ۳۲ھ میں حضرت معاویہؓ نے رومی ممالک پر حملہ کیا - اور بحر روم کو عبور کرتے ہوئے تنگنائے قسطنطنیہ تک پہنچ گئے -

۱۰- اسی سال یعنی ۳۲ھ میں ابن عامرؓ نے مرو روز طالقان فاریاب جوزجان طخارستان بلخ اور باذغیس کو فتح کیا

(طبری جلد ۳ ص ۳۵۶ تا ۳۵۸)

۱۱- سنہ ۳۳ھ میں حضرت عبداللہؓ بن عامر نے خراسان کی بغاوت فرد کی اور مرو بن مرو شاہجان اور مرو روز اور ابرشہر کو دوبارہ فتح کیا -

۱۲- اسی سال حضرت امیر معاویہؓ نے حصن المرأۃ پر حملہ کیا اور حضرت عبداللہ بن سعد نے افریقیہ پر دوسرا حملہ کیا - جبکہ انہوں نے نقض عہد کیا -

(طبری جلد ۳ ص ۳۶۰ ، "البدایۃ والنہایۃ" جلد ۷ ص ۱۶۵ -

۱۳- سنہ ۳۴ھ میں اہل طرابلس نے نقض امن کیا ، حضرت عبداللہ بن سعد نے ان پر چڑھائی کی اور انہیں قابو میں کیا -

یہ ہے مختصر سا بیان ، عہد عثمانی کی فتوحات کا ! سنہ ۳۴ھ میں دور فتنہ کا آغاز ہوا اور ۱۸ ذی الحجہ سنہ ۳۵ھ کو امام مظلومؓ نے جام شہادت نوش فرمایا -

بلحاظ کمیت

جو بھی صاحبِ انصاف غور کرے گا وہ بلا تامل تصدیق کرے گا کہ بلحاظ تعداد عہد عثمانی کی فتوحات عہدِ شیخینؓ سے کسی طرح کم نہیں الٹا رقبہ کے اعتبار سے بہت زیادہ ہیں -

بلحاظ کیفیت

بلحاظ کیفیت بھی عہد عثمانی کا جہاد عہد شیخینؓ کے جہاد سے کم تر نہیں - وہی اخلاص وللہیت ، وہی ولولہ ، وہی جوش ایمانی وہی جذبۂ اسلامی وہی فی سبیل اللہ قربانی و فدائیت اور وہی اعتماد و توکل علی اللہ موجود ہے جو حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کے عہد میں موجود تھا - ہمیں اپنے اس دعوی کی دلیل اور ثبوت کے طور پر جہاد عہد عثمانی کے چند مناظر پیش کرنے ہوں گے -

---

۱- غزوۂ افریقیہ

افریقیہ سے مراد موجودہ الجزائر اور مراکش ہیں - اس زمانہ میں روما کی مسیحی حکومت کی طرف سے یہاں کا حاکم جرجیر تھا - وہ مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے ایک لاکھ بیس ہزار اور ایک روایت کے مطابق دو لاکھ فوج لے کر نکلا -

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۱۵۲)

حضرت عثمانؓ نے حضرت عبداللہؓ بن سعد بن ابی سرح کو افریقیہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا اور مرکز سے دس ہزار قریش انصار اور مہاجرین کو افریقیہ روانہ فرمایا -

(طبری جلد ۳ ص ۳۱۴)

امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں :-

"یرموک اور قادسیہ کی لڑائی کے بعد اس لڑائی کا نمبر رکھا گیا - چالیس دن تک لڑائی رہی ، اس لڑائی کو حرب العبادلہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ سردار فوج عبداللہ بن سعد میمنہ پر عبداللہ بن عمر میسرہ پر عبداللہ بن زبیرؓ اور مقدمہ پر عبداللہ بن عباس تھے (رضی اللہ عنہم) جرجیر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ سے قتل ہوا - بے شمار کافر تہ تیغ ہوئے - حسب اعلان ایک لاکھ اشرفیاں اور جرجیر کی لڑکی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو ملی - (سیرت خلفائے راشدین ص ۱۸۹ ذکر حضرت عثمانؓ)

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ رقمطراز ہیں :-

"عبداللہ بن سرح نے دس ہزار کا لشکر لے کر افریقیہ پر چڑھائی کی ، اور میدانوں اور پہاڑوں کو فتح کر لیا ، بہت سے لوگوں کو تہ تیغ کیا -

ثمّ اجتمعوا علی الطاعۃ و الاسلام و حسن اسلامہم

تب جا کر انہوں نے اطاعت قبول کی اور سب کے سب اسلام لے آئے - اور اسلام میں ثابت قدم رہے -

مال غنیمت میں سے ہر سوار کو تین ہزار اشرفیاں اور ہر پیادہ کو ایک ہزار اشرفیاں ملیں -"

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۱۵۱ تا ۱۵۲)

۲- اندلس

افریقیہ کی فتح کے بعد اندلس فتح ہوا - جن لوگوں نے اندلس پر چڑھائی کی - حضرت عثمانؓ نے انہیں لکھا :-

اما بعد ! بلاشبہ قسطنطنیہ سمندر کے راستے اندلس کی طرف سے فتح ہو گا - اگر تم نے اندلس

فتح کر لیا تو تم آخرت میں فاتحین قسطنطنیہ کے ساتھ اجر و ثواب میں شریک ہو گئے والسلام (طبری جلد ۳ ص ۳۱۴ والبدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۱۵۲) حضرت کعب احبار نے فرمایا جبکہ وہ سمندر عبور کر کے اندلس جا رہے تھے۔

اقوام یفتحونہا یعرفون بنورھم یوم القیامۃ (طبری جلد ۳ ص ۳۱۴)

جو لوگ اندلس کو فتح کریں گے وہ قیامت کے دن اپنے نور سے پہچانے جائیں گے۔

۳۔ طرابلس

علامہ معین الدین صاحب ندوی لکھتے ہیں

مہم طرابلس کا اہتمام تو ۲۵ھ ہی میں ہوا تھا لیکن باقاعدہ فوج کشی ۲۷ھ میں ہوئی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح گورنر مقرر افسر عام تھے حضرت عثمان نے دارالخلافہ سے بھی ایک لشکر جرار کمک کے لئے روانہ کیا۔ جن میں عبداللہ بن زبیر عبداللہ بن عمرو بن العاص اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ طرابلس کے امرا نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کا مقابلہ ممکن نہیں ہے تو عبداللہ بن ابی سرح کے پاس آ کر پچیس لاکھ دینار پر مصالحت کر لی۔

۲؎ خلفائے راشدین مطبوعہ اعظم گڑھ ص ۱۹۷ بحوالہ "فتوح البلدان" ص ۲۲۵

۴۔ قبرص

۲۸ھ میں حضرت معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ کے حکم سے قبرص پر چڑھائی کی اور اسے فتح کر لیا۔ فتح قبرص علی ید معاویہ غزاہا بامر عثمان ایاہ اس غزوہ میں اصحاب رسولؐ کی ایک جماعت شریک تھی جن میں ابوذر عبادہ بن صامت ان کے ساتھ ان کی زوجہ محترمہ ام حرام اور مقداد اور ابوالدرداء اور شداد بن اوس (رضی اللہ علیہم) شامل تھے

طبری جلد ۳ ص ۳۱۵

امام طبری رحمۃ اللہ بسند روایت کرتے ہیں کہ :۔ اول من غزا فی البحر معاویہ بن ابی سفیان زمان عثمان بن عفان۔ سب سے پہلے جس شخص نے بحری جہاد کیا وہ حضرت معاویہؓ ہیں آپ نے حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں بحری جنگ لڑی۔ آپ نے حضرت عمرؓ سے اس کی اجازت لی۔ مگر نہ ملی جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے لم یزل بہ معاویہ تو حضرت معاویہ برابر بحری جہاد کی اجازت کی طلب میں لگے رہے یہاں تک کہ حضرت عثمانؓ نے آخرکار اس کی اجازت دے دی۔ ۱؎

۱؎ طبری جلد ۳ ص

اجازت ملنے پر حضرت معاویہؓ نے سب سے پہلا اسلامی بحری بیڑہ تیار کیا جو ۲۸ھ میں پہلی دفعہ بحر روم میں اترا اور اس طرح افریقہ اور یورپ کی وسیع سرزمین پر حضرت معاویہؓ کی عالی ہمتی و بلند پروازی کا صدقہ اسلامی جھنڈا لہرانے اور دین کی تبلیغ و اشاعت کے امکانات پیدا ہو گئے

فتح قبرص

قبرص (سائپرس) ساحل شام کے قریب بحر ابیض میں ایک نہایت سرسبز و شاداب جزیرہ ہے جس کا رقبہ ۳۰۲۲ مربع میل ہے۔ امیر معاویہؓ نے بحری بیڑہ لے کر سب سے پہلے ۲۸ھ میں اس جزیرہ پر حملہ کیا۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ تحریر فرماتے ہیں :۔

حضرت معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ سے باصرار شدید اجازت طلب کی۔ اور ان کے حکم سے قبرص پر بحری حملہ کے لئے جہازوں پر سوار ہوئے ان کے ساتھ مسلمانوں کا عظیم لشکر تھا دوسری جانب سے عبداللہ بن ابی سرح بھی مصر سے فوج لا کر ان کے ساتھ مل گئے۔ بہت سے لوگوں کو قتل کیا۔ بہت زیادہ قیدی (لونڈی غلام) بنائے۔ اور گراں بہا مال غنیمت میں پایا ۱؎ البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۱۵۲

اسلام کو عزت ملی اور کفر ذلیل ہوا

امام طبری اور امام ابن کثیر رحمۃ اللہ لکھتے ہیں حضرت جبیر بن نفیر کہتے ہیں جب ہم اہل قبرص کو گرفتار کر کے لائے تو میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا وہ اشکبار تھے میں نے ان سے کہا آج آپ کیوں روتے ہیں۔

اعز اللہ فیہ الاسلام واھلہ واذل فیہ الکفر واھلہ۔ آج تو اللہ تعالیٰ نے اسلام اور اہل اسلام کو عزت عطا فرمائی اور کفر اور اہل کفر کو ذلیل کیا۔ حضرت ابوالدرداء نے میرے کندھے پر ہاتھ مارا اور فرمایا جبیر! یہ لوگ دوسرے لوگوں پر غالب اور قاہر تھے ان کی حکومت تھی۔ جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو ان کا یہ حال ہوا جو تو دیکھ رہا ہے اللہ تعالیٰ نے ان پر قید (اور غلامی) کو مسلط کر دیا ہے۔

لسان رسالت سے بشارت عظمیٰ

اللہ تعالیٰ کے محبوب اور سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بحری حملہ کی پیشین گوئی فرما کر حضرت معاویہؓ اور دوسرے مجاہدین اسلام کو جنت کی بشارت دی ہے۔

حضرت ام حرامؓ سے روایت ہے انہوں نے نبی کریم سے سنا آپ نے فرمایا :۔ اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا میری امت کا پہلا لشکر جو بحری جہاد کرے گا۔ ان کے لئے جنت واجب ہو گی۔ حضرت ام حرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ دعا فرمایئے میں ان میں ہوں فرمایا تو ان میں سے ہے ؎ صحیح بخاری کتاب الجہاد باب ما قیل فی قتال الروم

علامہ قسطلانیؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں' حضرت نے جو فرمایا اول جیش من امتی یغزون البحر وہ حضرت معاویہؓ کا لشکر ہے۔ قد اوجبوا سے مقصد یہ ہے کہ اس لشکر نے اپنے اعمال صالحہ کی وجہ سے اپنے لئے مغفرت اور رحمت واجب کر لی ؎

قسطلانی شرح بخاری ؎

شیخ الاسلام علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں :۔

قال المہلب فی ھذا الحدیث منقبۃ لمعاویۃ لانہ اول من غزا البحر.....

وقولہ (قد اوجبوا) ای فعلوا فعلاً وجبت لہم بہ الجنۃ

مہلبؒ نے کہا ہے کہ اس حدیث سے حضرت معاویہؓ کی بڑی خوبی اور شان ثابت ہوتی ہے کیونکہ آپ ہی نے سب سے پہلے بحری جہاد کیا ..... اور حضور کے ارشاد (قد اوجبوا) سے مراد یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کے جیش نے ایسا اعلیٰ کام کیا کہ اس کام کی بنا پر ان کے لئے جنت واجب ہو گئی ۱؎ فتح الباری باب ما قیل فی قتال الروم۔

شہنشاہان تخت نشین

اس واقعہ سے متعلق صحیح بخاری کی ایک اور حدیث میں اس بحری لشکر کے لئے نطق نبوت سے بڑے شاندار تعریفی الفاظ صادر ہوتے ہیں حضرتؐ نے ان مجاہدین کرام کو شہنشاہان تخت نشین سے تشبیہ دی ہے

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنت ملحان (ام حرام) کے پاس تشریف لائے اور ان کے پاس تکیہ لگا کر بیٹھ گئے دوسری روایت میں ہے کہ حضرت سو گئے پھر بیدار ہوئے ۱؎ صحیح بخاری کتاب الجہاد باب الدعا بالجہاد والشہادۃ۔

ثم ضحک فقالت لم تضحک یا رسول اللہ فقال ناس من امتی یرکبون البحر الاخضر فی سبیل اللہ مثلہم کمثل الملوک علی الاسرۃ فقالت یا رسول اللہ ادع اللہ ان یجعلنی منہم قال اللہم اجعلہا منہم

پھر تبسم فرمایا۔ حضرت بنت ملحانؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیوں تبسم فرمایا۔ فرمایا (میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ) میری امت

کے اچھے) لوگ ہیں جو سمندر میں فی سبیل اللہ (جہازوں پر) سوار ہیں ان کی مثال یوں ہے جیسے بادشاہ تخت پر بیٹھے ہوں۔

حضرت ام حرام نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ اللہ سے دعا فرمائیں اللہ مجھے ان (خوش قسمت) لوگوں میں سے کردے آپ نے فرمایا الٰہی! اسے ان لوگوں میں سے کردے[۲]
صحیح بخاری کتاب الجہاد باب غزوالمراۃ فی البحر

حضرت انسؓ نے فرمایا بنت ملحان زوجہ حضرت عبادہؓ بن صامت بنت قرظہ کے ساتھ بحری جہاز پر سوار ہوئیں جب (جہاد کے بعد) واپس ہوئیں تو (سواری کے) جانور پر سوار ہوئیں اور اس سے گر پڑیں اور وفات پاگئیں۔
[۳] صحیح بخاری کتاب الجہاد باب غزوۃ المرأۃ فی البحر

۵- طبرستان

حضرت سعدؓ بن العاص نے ۳۰ھ میں کوفہ سے خراسان پر چڑھائی کی۔ اور ان کے ساتھ حضرت حذیفہؓ بن یمان حضرت حسن حضرت حسین حضرت عبداللہ بن عباس حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اور حضرت عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہم) وغیرہ ہم بہت سے اصحاب رسول تھے [۱] طبری جلد ۳ ص ۳۲۳، البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۱۵۴۔

حضرت سعد بن عاص رضی اللہ عنہ کے جھنڈے تلے اصحاب رسول کی اتنی کثرت تھی کہ اسے امام طبریؒ ناس من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امام ابن کثیرؒ فی خلق من الصحابۃ سے تعبیر فرما رہے ہیں[۲]

یزدجرد کا فرار

کسریٰ شاہ فارس یزدجرد اسی سال ۳۰ھ فارس سے خراسان کی طرف بھاگ گیا۔ امام طبری رحمۃ اللہ سنداً روایت کرتے ہیں :-

ابن عامر بصرہ کا گورنر بن کر آیا تو فارس کی مہم کو نکلا اور اسے فتح کر لیا۔ ۳۰ھ میں یزدجرد جور سے بھاگا ابن عامر نے مجاشع بن مسعود سلمی کو اس کے تعاقب میں بھیجا اس نے کرمان تک اس کا پیچھا کیا۔ یزدجرد خراسان کی طرف بھاگ گیا۔ [۱] طبری جلد ۳ ص ۳۲۷

خدا کی شان

وہ کسریٰ! روئے زمین پر جس کا ڈنکا بجتا تھا اور جس کی حکومت دنیا میں اول درجے کی حکومت تھی اور جس نے نشۂ اقتدار و استکبار میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک چاک کر دیا تھا آج خلافت عثمانی میں جگہ جگہ مارا مارا پھرتا ہے اور اسے سر چھپانے کی جگہ کہیں نہیں ملتی۔ آخر اس ذلت و رسوائی کے عالم میں کتوں کی موت مرتا ہے۔

یزدجرد واصل جہنم ہوتا ہے

امام طبریؒ اور امام ابن کثیر رحمۃ اللہ ابن اسحاقؒ سے روایت کرتے ہیں کہ :-

یزدجرد کرمان سے اپنی تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ مرو بھاگ گیا۔ وہاں کے مرزبان سے امان طلب کی۔ اس نے انکار کر دیا۔ ترک آتے اور انہوں نے یزدجرد کے ساتھیوں کو قتل کر دیا۔ یزدجرد بھاگا اور ایک شخص کے گھر میں جو نہر کے کنارے چکی پیستا تھا۔ رات کو پناہ لی۔ جب سو گیا۔ تو اس نے قتل کر دیا...... مدائنی سے ایک اور روایت ہے کہ اس نے ایک پتھر اٹھا کر اس سے یزدجرد کا سر پھوڑ دیا۔ پھر گردن سے جدا کر دیا۔ جسم نہر میں پھینک دیا۔ والقیٰ جسدہ فی النہر [۱] طبری جلد ۳ ص ۳۴۲-۳۴۴ البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۱۵۸۔

ایک اور روایت میں ہے کہ چکی والے نے اپنے کلہاڑے سے یزدجرد کو قتل کیا۔ اور اس کا سر کاٹ لیا۔ جسم کے اوپر جو پارچات وغیرہ تھے اتار لئے اور لاش کو اسی نہر میں پھینک دیا جس کے پانی سے اس کی چکی چلتی تھی اور اس کا پیٹ چاک کیا۔ اور اس نہر میں اُگے ہوئے ایک درخت کی جڑیں بھر دیں تاکہ لاش ڈوبی پڑی رہے اوپر نہ آئے اور کسی کو معلوم نہ ہو [۲] طبری جلد ۳ ص ۳۴۰

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ لکھتے ہیں :

یزدجرد کی بادشاہی بیس سال رہی ان میں سے چار سال اس کا غلبہ رہا۔ اور باقی مدت اسلام اور اہل اسلام کے خوف سے شہر بہ شہر بھاگتے گزر گئی۔ اور وہ دنیا میں فارس کے بادشاہوں کا آخری بادشاہ تھا۔

علی الاطلاق یقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا هلك قيصر فلا قيصر بعده واذا هلك كسرىٰ فلا كسرى بعده والذی نفسی بیدہ لتنفقن کنوزهما فی سبیل اللہ رواہ البخاری

بوجہ ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جب قیصر ہلاک ہوا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہو گا اور جب کسریٰ ہلاک ہو گا تو اس کے بعد اور کوئی کسریٰ نہ ہو گا اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم ان کے خزانوں کو فی سبیل اللہ خرچ کرو گے۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے اور صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی اس کے پاس پہنچا۔ تو اس نے پھاڑ ڈالا۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے بددعا فرمائی۔ کہ "ٹکڑے ٹکڑے ہو" چنانچہ ایسا ہی ہوا [۱] البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۱۵۹

خلاصہ

نہایت مختصر طور پر چند غزوات کے نظارے دکھاتے گئے "خدام الدین" کی "تنگ دامانی" مزید "گلچینی" کی اجازت نہیں دیتی۔

دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گلچین بہار تو ز داماں گلہ دارد

ان "نظاروں" میں عہد عثمانی کے "اسلامی جہاد" کی کیفیت کے جو ایمان افروز جلوے نظر نواز ہوتے ہیں ان کا خلاصہ ملاحظہ ہو :-

۱- حضرت معاویہؓ حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح اور حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہم کی زیر قیادت عثمانی جھنڈے تلے، حضرت عبداللہ بن عمر حضرت عبداللہ بن عباس حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص حضرت حسنین حضرت ابوذر حضرت ابودردا حضرت مقداد حضرت عبادہ بن صامت ان زوجہ محترمہ حضرت بنت ملحان حضرت شداد بن اوس حضرت حذیفہ بن الیمان حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم وغیرہ بہت سے اجلہ اصحابؓ رسولؐ کفر سے برسر پیکار ہیں۔

۲- فاتحین اندلس بالفاظ سیدنا عثمان آخرت میں فاتحین قسطنطنیہ کے ساتھ اجرو ثواب میں شریک ہوں گے" اور بالفاظ حضرت کعب احبارؓ قیامت میں اپنے نور سے پہنچانے جائیں گے"

۳- ان غزوات کے نتیجے میں کروڑوں لوگ مسلمان ہوتے اسلام کو عزت ملی اور کفر ذلیل ہوا۔

۴- اللہ کے محبوب رسولؐ نے غزوہ قبرص کے مجاہدین کو جنت کی بشارت دی اور
۵- انہیں "شہنشاہان تخت نشین" سے تشبیہ دی۔
۶- اور انہیں سوار فی سبیل اللہ فرمایا۔
۷- اس غزوہ کے مجاہدین کا نظارہ جمال محبوب خدا کی مسرت و شادمانی کا موجب ہوا ہے اور حضور نے تبسم فرمایا۔
۸- لسان رسالت سے اس بشارت و اعزاز کے پیش نظر نہ صرف اجلہ صحابہ کرام نے جوش و خروش سے اس جہاد میں شرکت کی بلکہ صحابیات (حضرت بنت ملحانؓ) نے بھی اس میں شرکت کے لئے

حافظ عبدالرشید صاحب ارشد

تمہیں سے اے مجاہد جہان کا ثبات ہے

اسلام چند وجوہ سے جنگ یا قتال کو جائز یا ضروری قرار دیتا ہے۔

۱۔ اسلام کی سربلندی اور اللہ کے نام کو بلند کرنے کے لئے ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "جو اس مقصد کے لئے لڑے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو تو اُس کا یہ عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے" (بخاری)

۲۔ کفر اور شرک کو مٹانے کے لئے ہو کہ تمام لوگ ایک مرکز پر جمع ہو جائیں تاکہ دنیا میں ہمہ گیر امن اور عدل و مساوات کا دَور دَورہ ہو۔ لوگ مختلف لوگوں کے بنائے ہوئے دستور کی بجائے اپنے پیدا کرنے والے کے احکام کے مطابق زندگی بسر کریں

"تم اہل کتاب کے ان لوگوں سے جہاد کرو جو اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور اللہ اور اس کے رسول کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام نہیں سمجھتے اور دین حق کو قبول نہیں کرتے یہاں تک کہ مطیع ہو کر جزیہ دینا قبول کر لیں"۔ (القرآن۔ سورۃ انفال)

"تم ان کافروں سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ مٹ جائے اور اطاعت صرف اللہ کے لئے مخصوص ہو جائے" (القرآن۔ سورۃ انفال)

۳۔ مسلمان کا یا امت مسلمہ کا یہ فریضہ قرار دیا گیا ہے کہ وہ نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے برائی۔ شر و فساد کو روکنے کا ایک طریقہ یہ ہے۔ کہ برائی کے مقابلہ میں قوّت کا استعمال کیا جائے۔

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں۔ ان کی سزا یہ ہے کہ ان کو قتل کر دیا جائے یا سولی پر لٹکا دیا جائے یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دئے جائیں یا ان کو جلاوطن کر دیا جائے یہ ان کے لئے دنیوی زندگی میں ذلت کی سزا ہے اور آخرت میں ان کے لئے دردناک عذاب ہے" (القرآن) "اور ان کو قتل کرو جہاں تم ان کو پاؤ اور ان کو نکال دو جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے اور فتنہ جنگ سے زیادہ خطرناک ہے" (القرآن)

۴۔ اسلام آفاقی مذہب ہے اس لئے وہ تمام دنیا کے انسانوں کی بھلائی چاہتا ہے۔ اگر کسی جگہ انسانوں پر ظلم ہو رہا ہو تو مسلمان کا مذہبی فریضہ ہے کہ وہ اس کی حمایت کے لئے آگے بڑھے۔ اس میں مسلم یا غیر مسلم کی کوئی تمیز نہیں ہے۔

"تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان کمزور مردوں، عورتوں اور بچوّں کے لئے نہیں لڑتے جو یہ کہہ رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اس بستی سے نکال دے جس کے باشندے ظالم ہیں۔ اور ہمارے لئے اپنی طرف سے کوئی حامی اور مددگار پیدا کر دے"

حضرت ابوبکر صدیقؓ روایت فرماتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا وہ فرما رہے تھے:۔

"جب لوگ ظالم کو دیکھیں اور اس کو ظلم سے باز رکھنے کی کوشش نہ کریں تو اللہ تعالےٰ ان سب کو عذاب میں مبتلا کر دے گا"۔ (سورۃ النساء)

اور مظلوم کی حمایت کرنے میں اللہ تعالیٰ کی مدد شامل ہوتی ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت سے ظاہر ہوتا ہے:۔

"اس لئے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ ان کی مدد پر قادر ہے"۔ (القرآن)

۵۔ جہاد کرنے کا پانچواں سبب اہل کفر کا معاہدہ کو توڑنا ہے۔ ان کے اس بدترین فعل پر سزا دینے کے لئے جہاد ضروری قرار دیا گیا ہے۔

"جن کافروں سے آپ معاہدہ کرتے ہیں۔ اور وہ ہر دفعہ معاہدہ کو توڑ دیتے ہیں۔ اور وہ (اس جرم عظیم سے) نہیں بچتے ہیں پس اگر آپ ان کو جنگ میں پالیں تو ان کو ایسی عبرتناک سزا دیں۔ کہ ان کے ذریعہ مابعد والوں کو منتشر کر دیں تاکہ وہ نصیحت پکڑیں"۔ (القرآن)

جہاد فی سبیل اللہ کی تمام وجوہ انسانی اغراض سے پاک ہیں اور اس سے کسی خاص قومی، نسلی مفاد کا سوال پیدا نہیں ہوتا مسلمان کی زندگی کے تمام افعال و اعمال لوجہ اللہ صلاح و فلاح انسانیت کے لئے ہیں۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "جہاد قیامت تک جاری رہے گا"۔ چونکہ قیامت تک نسل انسانی کا بقا و وجود ہے۔ انسان کو صلاح و فلاح کی جبتک ضرورت رہے گی جہاد یقیناً جاری رہے گا۔ نیکی اور بدی کی جنگ ختم ہو جائے اور صرف نیکی ہی باقی رہ جائے اس کے لئے ضرورت ہے کہ جہاد ہو ورنہ نیکی مغلوب اور بدی غالب ہو جائے گی ——— نیکی کو فروغ دینے اور برائی کے خاتمے کے لئے مسلسل جدوجہد، کوشش اور عمل کی ضرورت ہے۔ اسی کا نام جہاد ہے۔ جس کی آخری شکل قتال ہے۔ اور یہ اس وقت تک جاری رکھنے کا حکم ہے:۔

"یہاں تک کہ جنگ اپنے ہتھیار ڈال دے"۔ (القرآن)

ایک مشہور مقولہ چلا آ رہا ہے کہ "جنگ اور محبت میں سب کچھ جائز ہے" ——— اسلام نے محبت اور جنگ میں بھی ضوابط وضع کئے۔ محبت کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ کوئی اپنے محبوب کو خدا بنا کر اس کی پرستش شروع کر دے اور جنگ کا معنیٰ یہ نہیں ہے کہ جو چاہو کرتے پھرو۔ مسلمانوں کو "جہاد فی سبیل اللہ" کی اگر اجازت ہے تو یہ اللہ کے احکام کے ماتحت ہی کیا جائے گا۔ مسلمان کی زندگی اس کی اپنی نہیں ہے" بلکہ اللہ کی امانت ہے۔ اسے جنگ اور محبت میں اللہ ہی کی ہدایت کے مطابق گذارنا ہو گا۔

مقصدے از آسماں بالاترے
دل ستانے، دلربائے، دل برے

دوسرے لوگ مادی آسائشوں اور زندگی کے راحت و آرام کے لئے جیتے ہیں۔ لیکن مسلمان کے نزدیک مادی اغراض نہیں ہیں۔ اس کی تخلیق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ حوادثات میں بھی مسکراتا ہے۔ طوفان اس کے وقار و تمکنت میں کوئی فرق نہیں ڈال سکتے۔ تکالیف اور مصائب اس کے عزائم کو متزلزل نہیں کر پاتے۔ بلکہ وہ مخالفت زیادہ ہونے پر زیادہ پرجوش و پرعزم بن جاتا ہے کہ اسے یقین ہو جاتا ہے کہ اس کی سچائی کی وجہ سے تمام طاغوتی طاقتیں اپنا بچاؤ کرنے کے لئے ایک جگہ مجتمع ہو گئی ہیں۔ پھر وہ ایسی چال سے ایسے وقار سے چلتا ہے کہ ؎

دو نیم اس کی ٹھوکر سے دریا و صحرا
سمٹ کر پہاڑ اس کی ہیبت سے رائی

ان حالات میں وہ "جباری و قہاری" کا عکس لے کر آگے بڑھتا ہے تاکہ وہ مظلوموں کی دادرسی اور مرہم پٹی کر سکے۔ اور نیکی کا غلبہ ہو۔ اس میں فرشتوں کا سا تقدس پیدا ہو جاتا ہے ؎

جباری و قہاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

اس کا اپنا کوئی ارادہ نہیں ہوتا۔ اس کی اپنی کوئی خواہش نہیں ہوتی۔ وہ خدائے تبارک و تعالےٰ کے مقاصد و احکام کا عیار و عکاس ہوتا ہے۔ جو کچھ کرتا ہے کتاب و سنت کی روشنی میں کرتا ہے ؎

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں، کردار میں اللہ کی برہان

وہ اللہ کا ہو جاتا ہے، اللہ اس کا ہو جاتا ہے۔
من کان للہ کان اللہ لہٗ۔

اسے کبھی شکست نہیں ہوتی شکست و نامرادی کا لفظ مسلمان کی لغت میں نہیں ہے وہ یا تو اپنے اعلیٰ و ارفع مقصد انسانیت کی برتری و بھلائی کے لئے جان مال کی بازی لگا دیتا ہے اور اپنی جان کی اس "شہادت" سے ہمیشہ کے لئے شہید (گواہ) بن جاتا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ سلطانی گواہ کی خطائیں معاف کر دی

جاتی ہیں۔ یہ اس کی کامیابی کی معراج ہے کہ شہادت سے حیاتِ جاوداں پاتا ہے۔

"تم انہیں مردہ نہ کہو، وہ زندہ ہیں، مگر تم ان کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے۔" (القرآن)

اور یا پھر ظالم و جابر کی بیخ کنی کر کے اللہ کی تسبیح و تمجید کرتا ہوا "غازی" بن کر واپس آتا ہے ؎

مجاہدو! شہید کے یہ بانکپن عجیب ہیں
حیات بھی حیات ہے تو موت بھی حیات ہے

جہاد میں ان پانچ اصولوں کو مدِ نظر رکھا جائیگا۔ اگر کوئی فوج ان اصولوں کو دورانِ جنگ ملحوظ نہیں رکھے گی تو وہ جہاد فی سبیل اللہ نہیں رہے گا۔ وہ پانچ اصول یہ ہیں:-

(۱) خلوص (۲) احترامِ انسانیت (۳) فساد سے احتراز (۴)، صداقت (۵) دیانت۔ ہم ان پانچ اصولوں کی مختصر تشریح کرتے ہیں۔

خلوص

سب سے پہلا اصول خلوص ہے کہ جہاد کا مقصد اعلائے کلمۃ الحق، شر و فساد کا خاتمہ، مظلوم کی حمایت، ظلم کی بیخ کنی یا نقضِ عہد کرنے والوں کو سزا دینا مقصود ہو۔ مادی خواہشات کی تسکین، ہوسِ ملک گیری یا طلبِ جاہ و اقتدار نہ ہو۔ ارشادِ ربانی ہے:-

"تم اہلِ کفر سے اس وقت تک لڑو کہ فتنہ مٹ جائے اور اطاعت تمام کی تمام اللہ کے لئے مخصوص ہو جائے۔" (القرآن۔ سورۃ انفال)

قیامت میں غازی یا شہید سے سوال ہوگا کہ تم کون سا عمل لے کر آئے ہو وہ جواب دے گا کہ اے اللہ! میں نے تیرے راستے میں جہاد کیا اور شہید ہو گیا۔ اللہ تعالےٰ فرمائیں گے کہ تیری نیت طلبِ جاہ و شہرت تھی وہ دنیا میں حاصل ہو چکی۔ آج ہمارے ہاں تمہارے لئے کوئی صلہ نہیں ہے۔ فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اسے گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دو۔

حاصل یہ ہے کہ مومن کا جہاد سے مقصد اللہ تعالےٰ کی رضا و خوشنودی کا حصول اور اللہ کے بندوں کو دکھ درد سے نجات دلانا ہے۔ مومن کو احکم الحاکمین کی حاکمیت، موت کی یاد اور روزِ جزا و سزا کا یقین ہوتا ہے۔ اور یہ حصہ صرف مومن و مسلم کا ہے۔ یہی وہ جذبہ و عقیدہ ہے جو مسلمان مجاہد کو ہر مرحلہ و مصیبت پر تازہ حوصلہ، نئی امنگ بخشتا ہے۔ جو اس کے حریفوں کو کہاں نصیب۔ لہٰذا مسلمان باوجود قلت کے کثرت پر غالب آتا ہے ؎

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

جہاد میں جو مال حاصل ہوتا ہے اس کی تقسیم کے طیب طریقے بتائے گئے ہیں۔ اگر کوئی شخص اس مال کی طلب کو جہاد کا مقصد بنالے تو اس کی تمام محنت رائیگاں جائے گی۔ اگر نیت میں تھوڑا بھی فتور آ گیا تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق اس کے لئے کوئی اجر نہیں ہے اور یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ انسانی جانوں کا ضیاع نفسانی خواہشات کے لئے نہ ہو۔ حضور علیہ السلام نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا:-

"جو شخص اس لئے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو صرف وہی اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہے۔" (بخاری شریف)

احترامِ انسانیت

دوسرا اصول احترامِ انسانیت ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ کا مقصد دکھی انسانیت کو مظالم سے نجات دلانا ہے اور یہ قتال کا انتہائی قدم اس وقت اٹھانا ضروری ہے جب یہ مقصد حاصل کرنے کے لئے قتال ہی ناگزیر ہو۔ یہ وہی صورت ہے جو انجکشن، پھوڑے، زخم پر نشتر لگانے یا جسم کے کسی عضو کو مجبوری کے وقت کاٹنے کے وقت پیش آتی ہے کہ پورے جسم کو بیماری یا زہر سے محفوظ کرنے کے لئے ایسا ضروری ہے ماں کی ممتا بھی مجبور ہوتی ہے کہ وہ جراح کی خدمات حاصل کرے کہ وہ اس کے لاڈلے اکلوتے بچے کے نشتر لگائے ورنہ بچے کی بلائیں لینے والی ماں کب یہ گوارا کرتی ہے کہ اس کے بچے کو کوئی ذرا ترچھی نظر سے بھی دیکھے۔ یہی حال جنگ کا ہے کہ بغیر جنگ کئے احترامِ انسانیت نہ ہو تو جنگ ناگزیر ہے ورنہ جنگ کی تمنا کرنے اور دعا مانگنے سے حضور علیہ السلام نے منع فرمایا ہے

"اے لوگو! جنگ کی خواہش نہ کرو اور خدا سے امن کے طلبگار رہو۔ لیکن اگر تمہیں جنگ کرنی ہی پڑے تو صبر کرو اور ثابت قدم رہو اور یقین رکھو کہ جنت تلواروں کے سایہ کے نیچے ہے (مسلم)

قبل از اسلام جاہلیت کے زمانہ میں بھی اور اب بھی مردہ دشمن سے وحشیانہ سلوک کیا جاتا ہے مگر اسلام نے اس کو ممنوع قرار دیا ہے۔ اعضا کاٹ کر چھوڑ دینا کہ تڑپ تڑپ کر مرے۔ لاشوں کا مثلہ کرنا، عورتوں، بوڑھوں، بچوں کو قتل کرنا فقیروں کو راہبوں کو مارنا۔ سب کاموں سے منع کیا گیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جماعت کو جنگ کے لئے بھیجتے تو ان سے مخاطب ہو کر فرماتے:-

"تم اللہ کے نام سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو ان لوگوں سے لڑو جو اللہ کا انکار کرنے والے ہیں۔ اموالِ غنیمت میں چوری نہ کرو۔ مثلہ نہ کرو۔ اور عورتوں کو قتل نہ کرو۔" (رواہ مالک)

"انسانوں کو عذاب نہ دو۔ کیونکہ جو لوگ انسانوں کو عذاب دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کو قیامت میں مبتلائے عذاب کرے گا۔" (کتاب الخراج)

"زخمی پر حملہ نہ کیا جائے۔ بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے اور قیدی کو قتل نہ کیا جائے (فتوح البلدان)

اب یہی دفعات اقوامِ متحدہ کے منشور میں بھی شامل ہیں مگر اسلام کے قانون میں یہ دفعات شامل ہیں۔ اقوامِ متحدہ کے منشور اور اسلام کے قانون کا فرق ظاہر ہے۔ مسلمان کے فرائض میں یہ شامل ہے۔ اقوامِ متحدہ صرف سفارش کرتی ہے اور اس پر عمل اقوامِ متحدہ کے بڑے بھی نہیں کرتے گذشتہ دو عالمگیر جنگوں میں دنیا ان کے عمل کو دیکھ چکی ہے اور آج بھی دیکھ رہی ہے۔

فساد سے احتراز

جہاد فی سبیل اللہ کا تیسرا اصول ہر قسم کے فساد سے بچنا ہے۔

آخرت کا گھر انہی کے لئے مخصوص ہے جو فساد فی الارض کے مرتکب نہیں ہوتے۔

"ہم آخرت کا گھر صرف ان لوگوں کو عطا کریں گے جو زمین میں تکبر اور فساد نہیں چاہتے۔ اور اچھا انجام تو صرف پرہیزگاروں کے لئے ہے۔" (القرآن سورۃ قصص)

"تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے محض سرکشی اور ریاکاری کی غرض سے نکلے ہیں اور وہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔ (القرآن۔ انفال)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی دو قسمیں بیان ہوئی ہیں:-

"جنگ کی دو قسمیں ہیں ایک جنگ وہ ہے جس میں حلال مال خرچ کیا جائے۔ ہمراہی سے حسن سلوک کیا جائے۔ امیر کی اطاعت کی جائے اور فساد سے اجتناب کیا جائے۔ یہ جنگ سراسر خیر و برکت ہے۔ دوسری جنگ وہ ہے جس میں مال نہ خرچ کیا جائے ہمراہی سے اچھا سلوک نہ کیا جائے۔ امیر کی اطاعت نہ کی جائے اور فساد سے اجتناب نہ کیا جائے۔ یہ جنگ ایسی ہے کہ اس کا کرنے والا اس حال میں واپس نہیں ہوتا کہ یہ جنگ اس کے لئے سودمند ہو۔"
(بروایت معاذ بن جبل۔ موطا امام مالکؒ)

اسی اصول کی بنا پر ضروریاتِ انسانی کو تباہ و برباد کرنا بھی ممنوع ہے۔ مویشی مار ڈالنا، آبادیوں کو ویران کرنا، فصل اور پھل دار درختوں کو ضائع کرنا قطعی ناجائز ہے۔ رات کو سوتے وقت بھی حملہ کرنا منع ہے۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت دینے سے پہلے کبھی کسی قوم سے جنگ نہیں کی۔ (کتاب الخراج)

بغیر اطلاع یا اعلان حملہ کرنا بزدلوں اور مکاروں کا کام ہوتا ہے اور وہ پھر جلد ہی بھاگ بھی کھڑے ہوتے ہیں۔ حالیہ جنگ میں بھارت کا کردار اور حشر ہمارے سامنے ہے۔

صداقت و راستبازی

صلح ہو یا جنگ، محبت ہو یا دشمنی۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ صداقت، راستبازی مسلمان کا شعار ہونا چاہیئے۔ فریب، مکاری، دغابازی، بدعہدی اور جھوٹ منافق کی علامتیں ہیں۔ مسلمان،

حق وصداقت کے لئے لڑتا ہے اگر حق وصداقت کی منزل پر پہنچنے کے لئے حق وصداقت کے خلاف عمل کرے تو کبھی اپنی منزل کو نہیں پا سکتا۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جس مقصد کے لئے انتہائی قربانی و ایثار کیا جائے اس کی تذلیل بھی کی جائے۔

"جب اللہ تعالےٰ قیامت کے دن اوّلین و آخرین کو جمع کرے گا تو ہر بدعہدی کرنے والے کے لئے ایک نشان بلند کیا جائے گا کہ یہ فلاں ابن فلاں کی بدعہدی کا نشان ہے۔" (مسلم)

صلح حدیبیہ کے موقع پر معاہدہ صلح لکھنے کے فوراً بعد حضرت ابوجندلؓ پا بہ زنجیر حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے ان ظالموں سے رہائی دلوائیں۔ ان کی حالت زار دیکھ کر مسلمان بے قابو ہوئے جاتے تھے۔ اور سبھی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ مگر حضور علیہ السلام نے ابوجندلؓ سے فرمایا۔

"اے ابوجندلؓ! صبر کرو کہ ہم عہد کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ اللہ تعالےٰ تمہارے لئے کوئی نہ کوئی سبیل نکال ہی دیں گے۔"

دیانت و امانت

پانچواں اصول دیانت و امانت ہے۔ حالت جنگ میں عموماً لوٹ مار کو جائز رکھا جاتا ہے مگر اسلام نے اس بارے میں انتہائی سخت ہدایات دی ہیں کہ مسلمان مجاہد مر تو سکتا ہے مگر لوٹ مار نہیں کرتا۔ صحابہؓ نے ایک دفعہ سخت فاقہ کشی اور انتہائی تنگدستی میں ایک بکریوں کے ریوڑ کو پکڑ کر بکریوں کو ذبح کر کے گوشت پکایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپ نے تمام ہانڈیاں الٹوا دیں اور فرمایا :۔

"لوٹ مار کا مال مردہ سے زیادہ حلال نہیں" (ابوداؤد)

مدائن کی فتح میں انتہائی قیمتی ہیرے جواہرات اور بیش قیمت مال و اسباب ہاتھ لگا۔ مگر یہ سب کچھ ایک جگہ جمع کر دیا گیا۔ سپہ سالار سعد بن ابی وقاص نے نہایت حیرت کا اظہار کیا اور فرمایا کہ یہ لوگ کمال غضب کے دیانتدار ہیں۔ حضرت عمرؓ نے مسلمانوں کی دیانت پر ان کی بیحد تعریف کی۔ مسلمان مجاہد لوٹ مار تو کہاں کرتے وہ تو اپنا حصہ میں آیا ہوا غنیمت کا مال بھی نہیں لیتے تھے جو انتہائی طیب اور پاکیزہ ہوتا ہے کہ کہیں ان کا اجر ضائع نہ ہو جائے۔ دراصل یہ لوگ فرشتہ خصلت انسان تھے اور یہ اسلامی تعلیمات کا اثر تھا۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے ہر میدان میں فتح پائی اور کرۂ ارضی کا گوشہ گوشہ ان کی آمد کا منتظر رہتا تھا۔ ان کے دم قدم سے بہار آ جاتی تھی۔

جہاد کا اجر و ثواب

اسلامی عبادات کے دوسرے ارکان و اعمال کا دائرہ کار انسان کی اپنی ذات تک یا کسی محدود دائرے تک محدود ہوتا ہے لیکن جہاد کا تعلق پوری انسانیت کی تعمیر و ترقی اور اصلاح کے لئے ہے لہذا اسے تمام اعمال پر فضیلت دی گئی ہے۔

جس مذہب میں جنگ کا مقصد خون ریزی، شر و فساد، لوٹ مار، وحشت و بربریت اور اغراض فاسدہ نہ ہوں وہ اپنے پیروؤں کو یہ کب اجازت دے گا کہ وہ جنگ اسلامی یعنی جہاد میں من مانی کارروائیاں کریں۔

اللہ کا گھر "بیت اللہ" صرف اس لئے بنایا گیا تھا کہ اس میں اللہ کے سامنے جھکا جائے اور خدائے واحد کی پرستش کی جائے۔ مگر اس میں تین سو ساٹھ بُت رکھے ہوئے تھے۔ اور مسلمانوں کو اس گھر کے طواف و عبادت سے روکا جاتا تھا اور تو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن کا سب سے زیادہ حق تھا کہ وہ وہاں اللہ کے سامنے اپنی جبین بندگی خم کریں کیونکہ آپ "اول المسلمین" تھے۔ مگر اس بندۂ خدا کو اس گھر میں نماز نہیں پڑھنے دی گئی۔ اور نماز پڑھتے ہوئے سجدہ کی حالت میں اونٹ کی اوجھڑی پشت پر رکھ دی گئی۔ کس قدر ظلم تھا اور کیسا اندھیر تھا۔ چاہیے تھا۔ کہ ان لوگوں سے جو سلوک بھی مسلمان کر سکتے ہوں کریں۔ جو مظالم ان پر روا رکھ سکیں رکھیں۔ لیکن نہیں ایسا نہیں ہوا بلکہ اس کے برعکس ارشاد ربانی ہوا۔

"اور تمہیں اس قوم کی دشمنی جس نے تمہیں مسجد حرام سے روک دیا تھا اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم زیادتی کرو۔" (القرآن۔ مائدہ)

"اور تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل سے ہاتھ اٹھا لو۔ انصاف کرو۔ وہ پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے" (القرآن)

راستے سے کانٹے کا ہٹا دینا یا کسی جانور کو پانی پلا دینا جب باعث صد اجر ہے تو اللہ کی رضا کے لئے اشرف المخلوقات کے مصائب کو دُور کرنے کے لئے جو آدمی اپنی جان سے گذر جائے۔ وہ کیسا عظیم انسان ہوگا۔ اور کتنے بڑے اجر و ثواب کا مستحق اس کا ہم جیسے لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے جو کسی کے کانٹا چبھنا گوارا نہ کرے۔ جانور کو پیاسا نہ دیکھ سکے مگر خود بھوک اور پیاس کی پرواہ کئے بغیر کفن بدوش موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکراتا، رجز پڑھتا، والہانہ و عاشقانہ انداز میں جھومتا میدان شہادت میں جا رہا ہو۔ کون جان سکتا ہے کہ اس کو کیا مل رہا ہے اور کیا کچھ ملے گا۔ اور نہ معلوم تلوار کی دھار اور نیزے کی انی میں اسے کیا لطف آتا ہے کہ جنت میں جا کر بھی یہی آرزو کرے گا کہ میری یہ خواہش ہے کہ دنیا میں بار بار جاؤں اور اللہ کی راہ میں مارا جاؤں جب کہ کوئی ولی، قطب، عالم، حافظ، زاہد اور عابد دنیا میں واپس آنا پسند نہیں کرے گا۔ کہ

"دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔" (الحدیث)

ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جو اجر و ثواب میں جہاد کے برابر ہو۔ آپ نے فرمایا کہ تم اس کی طاقت رکھتے ہو کہ جب مجاہد جہاد کے لئے جائے اور تم مسجد میں جا کر نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور نماز ہی پڑھتے رہو اور اس طرح روزہ رکھو کہ (درمیان میں) افطار نہ کرو۔ اس نے کہا اس کی کون طاقت رکھتا ہے۔ فرمایا :۔

"اللہ کی راہ میں صبح کرنا یا شام کرنا دنیا اور مافیہا کی ہر چیز سے بہتر ہے۔" (بخاری)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں جہاد کروں اور مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر مارا جاؤں۔" (موطا امام مالکؒ)

ایک حدیث میں آتا ہے۔ کہ اللہ کے راستے کے لئے جو گھوڑا پالا جائے۔ قیامت میں اس گھوڑے کی خوراک پانی حتیٰ کہ بول براز بھی تولا جائے گا اور اس کے بدلے مجاہد کو اجر دیا جائے گا۔ غرضیکہ جہاد فی سبیل اللہ اعلیٰ وارفع مقصد کیلئے کیا جاتا ہے اور اس کے دوران ان تمام پابندیوں کا لحاظ کیا جاتا ہے جن کا اوپر ذکر ہوا۔ اللہ تبارک و تعالےٰ نے ہمارے ملک و ملت کو اس پاکیزہ ترین عبادت کو ادا کرنے کا موقعہ عطا فرمایا اور مملکت پاک کے جسور و غیور اور رجیلے مجاہدوں نے اس پاکیزہ عبادت کو بحسن و خوبی سر انجام دیا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی منزل کے قریب تر کر دیا۔ یہ جہاد کی پہلی برکت ہے۔ اس کی مزید برکتوں اور منافع کا ظہور ہو رہا ہے اور انشاء اللہ ہوتا رہے گا۔ ہم آخر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بشارت پر اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔ جس میں ہندوستان کے ساتھ جنگ کرنے والوں کو جہنم سے آزادی کی نوید دی گئی ہے۔ حضرت ثوبانؓ حضور علیہ السلام سے روایت فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ :۔

"میری امت کی دو جماعتوں کو اللہ تعالیٰ نے (جہنم کی آگ سے) محفوظ فرمایا ہے۔ ایک جماعت جو ہندوستان سے جہاد کرے گی اور دوسری جماعت وہ ہو گی۔ جو حضرت عیسٰی بن مریم علیہ السلام کے ساتھ مل کر جہاد کرے گی۔" (نسائی باب غزوۃ الہند)

یہ کہہ دو کشور ہندوستان کے بت پرستوں سے
کہ نقش دین قیم تا قیامت مٹ نہیں سکتا
مسلماں طبل آزادی کے بجتے ہی دکھا دیگا
کہ اسلامی سیاست کا یہ مہرہ ہٹ نہیں سکتا

مولانا احمد علی رحمتہ اللہ علیہ

محبانِ وطن! تم پر سلامِ امن و آزادی
کبھی وہ وقت تھا پہرے تھے استعمار کے تم پر
یہی تو تھے جنہوں نے چھین لی تھیں تم سے شمشیریں
یہی رہزن تھے لوٹا تھا جنہوں نے گنجِ بیسوڑی[1]
یہی تھے جنتِ کشمیر و جموں بیچنے والے
یہی تو تھے جنہوں نے علم و فن سے بھیک منگوادی
یہی تو تھے جنہوں نے سازشوں پر سازشیں کی تھیں
انہی کے ترجماں تھے الفنسٹن اور میکالے
کیا تھا یوں انہوں نے منتشر ملت کا شیرازہ
زباں کھلتی تھی جیسے ہی کسی پابندِ حرماں کی
کچھ ایسا تھا فسونِ مصلحت طاری ہر انساں پر
مگر اس دور میں ایسے بھی دیوانوں کا غول اُٹھا
یکایک ہل گیا قصرِ بکنگھم ان کی یورش سے
وہ حق گوئی کے پیکر، وہ حق آگاہی کی تصویریں
وہ دیوانے نہ تھے حق و صداقت کے پیامی تھے
وہ زنداں کی سلاخیں والہانہ چومنے والے
اسیرِ مالٹا جن کو وطن کے لوگ کہتے ہیں[3]
سحابِ زندگی برسا گئے جو کشتِ ملت پر
چلی جب ریشمی رومال کی تحریک درپردہ
شرف میں نے بھی پایا اُن کی پاکیزہ رفاقت کا
غرض میں نے بھی ملت کی بلائیں اپنے سر لے لیں
کلام اللہ کی شام و سحر تبلیغ کی میں نے
خدا کا شکر ہے پوری ہوئی اُمیدِ آزادی
ابھی ہر خط ہے محتاجِ عمل تصویرِ گلشن کا
میں تم سے دُور ہوں لیکن بقیدِ راز سنتا ہوں
کسی دشمن نے للکارا ہے کیا ملت کے شیروں کو
پرستارانِ حق باطل سے خائف ہو نہیں سکتے
تمہاری سرفروشی بے نیازِ ساز و ساماں ہے

رکھو پرچم بلند اپنا بنامِ امن و آزادی
مسلط تھے سیاست گر سمندر پار کے تم پر
مہک کلیوں سے، پھولوں سے ہنسی، شمعوں سے تنویریں
اودھ کا تاج، بنگالے کا تخت، اقبالِ تیموری[2]
بدستِ ڈوگرہ بہ ارض گلگوں بیچنے والے
تمہاری بستیوں کی بستیوں میں بھوک پھیلا دی
کسی کو رشوتیں دی تھیں کسی سے رشوتیں لی تھیں
دماغوں میں صنم تہذیبِ نَو کے ڈھالنے والے
کسی گھر سے نہیں اُٹھتا تھا دینِ حق کا آوازہ
کچھ اُونچی اَور کر دیتے تھے یہ دیوارِ زنداں کی
کوئی نغمہ سرا ہوتا نہ تھا سازِ رگِ جاں پر
گرج سے جن کی استبداد کے سینے میں ہَول اُٹھا
فضائیں ہو گئیں معمورِ زنجیروں کی شورش سے
ہراساں کر سکیں جن کو نہ تادیبیں نہ تعزیریں
وہ آزادی کے پروانے تھے مظلوموں کے حامی تھے
ہر آوازِ بلا پر شاکرانہ جھومنے والے
اَب اِک مدت سے جو جنت کے ایوانوں میں رہتے ہیں
قیامت تک سلام ان عاشقانِ پاک طینت پر
یہی کچھ لوگ تھے منجملۂ ارکانِ سرکردہ
مجھے بھی ہو گیا تفویض کچھ ورثہ امانت کا
مسلسل دکھ سہے، صدمے اُٹھائے، سختیاں جھیلیں
بہر منزل عوام الناس کو آواز دی میں نے
مگر اُبھرا لہو میں ڈوب کر خورشیدِ آزادی
کہیں برسوں میں طے ہوگا سفر تعمیرِ گلشن کا
یہ پاکستان کی سرحد سے کیا آواز سنتا ہوں
یہ کس نے کر دیا ہے گرم مشرق کے سویروں کو
وہ دے سکتے ہیں سر ہاتھوں سے جنت کھو نہیں سکتے
بڑھو آگے کہ ہر بازو تمہارا موجِ طوفاں ہے

تمہی نے دی ہیں فردوسی ضیائیں بزمِ امکاں کو
تمہی کچھ سرخیاں دے گئے نئی تاریخِ انساں کو

[1] سلطان ٹیپو [2] سلطنت مغلیہ [3] شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ و شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی

مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ
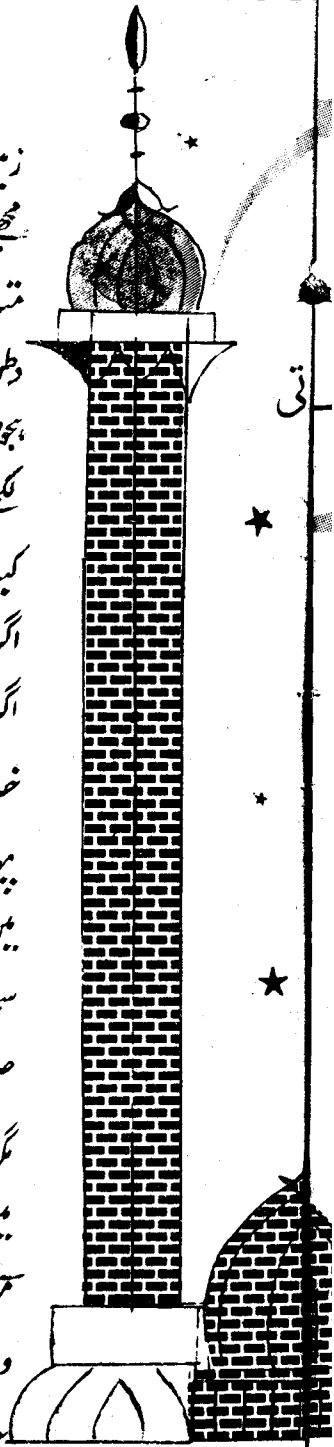
زمیں کے ساکنوں کو پہنچے خلوص پرور سلام میرا
مجھے ودیعت ہوا تھا روزِ ازل سے ذوقِ قلندرانہ
متانتوں کی شگفتگی دی مری شگفتہ کلامیوں نے
وطن کی تحریکِ حریّت میں رہا برابر شریک میں بھی
ہجومِ رنگ و بہار نغمہ جو آج برصغیر میں ہے
لکھے گا جب وقت کا مورخ چمن کی تعمیر کی کہانی
کیا نہ اپنے شکم کی خاطر دراز دستِ سوال میں نے
اگر مجھے زندگی میں زر کی فراہمی کا خیال ہوتا
اگر مجھے شوقِ بزم ہوتا تو کرسیاں احترام کرتیں
خدا نے بخشا تھا ایسا زورِ بیان و طرزِ کلام مجھ کو
پہاڑ سے ہمکلام ہوتا تو دل چٹانوں کے چھوٹ جاتے
میں تودۂ ریگ پر گرجتا تو روح ذرّوں کی جاگ اٹھتی
سموم سے ہمکلام ہوتا تو رقص کرتی نسیم بن کر
صنم کدوں کو اگر کلامِ خدا سناتا تو جھوم اٹھتے
مگر یہ اہلِ وطن تھے جن کے دلوں میں اتری نہ بات میری
میں ان پہ برسا سحاب بن کر اجڑ چکے تھے ضمیر جن کے
مرے مخاطب تھے وہ جنہیں سرفروشیوں کا جنوں نہیں تھا
وہ لوگ ایسے تھے جن کے سینوں میں ولولوں کے چراغ کم تھے
حساب کے دن کو مانتے تھے کتاب کس کی ہے؟ جانتے تھے
خدا خدا کر کے زندگی کا نیا مرتب ہوا فسانہ
فرنگیوں کا طلسم ٹوٹا، وہ بزم بدلی، وہ ساز بدلے
شکستِ زنداں کے بعد گلشن کی آبیاری کا دور آیا
اٹھے نہ خاکِ چمن سے کیا کیا چمن کی تعمیر کے ہیولے
مگر وطن کی ترقیوں کے نشان ہاتھوں میں دیکھتا ہوں
جہاد کے سن رہا ہوں نغمے، جہاد کی ہو رہی ہیں باتیں
بڑے زمانے کے بعد اہلِ وطن نے میرا پیام سمجھا
قدم اٹھیں بے نیازِ وقت و مقام ہو کر رہِ خودی میں
براہِ ایثار و سرفروشی جہاد کے قافلے رواں ہوں

جہاں انہتر برس سے اوپر رہا مسلسل قیام میرا
مرا قرینہ تھا بے نیازی، مرا طریقہ تھا غازیانہ
امیر کے نام سے پکارا مجھے شریعت کے حامیوں نے
وہ کارزار جن حدوں سے گزرا، انہی سے گزرا تھا ٹھیک میں بھی
مری نواؤں کی گونج بھی اس کے ذہن میں ہے ضمیر میں ہے
مری اسیری کی داستاں بھی سنے گا آثار کی زبانی
سنایا قرآنِ پاک اہلِ وطن کو چالیس سال میں نے
مرے لیں و پیش بھی یقیناً غلیظ مایا کا جال ہوتا
اگر مجھے فکرِ رزم ہوتی تو بجلیاں اہتمام کرتیں
بڑے بڑے خوش بیاں خطابت کا مانتے تھے امام مجھ کو
میں جنگلوں سے خطاب کرتا تو سحر غاروں کے ٹوٹ جاتے
جو ندیوں کو پکارتا میں تو ان کے سینے سے آگ اٹھتی
اگر بگولوں سے بات کرتا تو پھیل جاتے نسیم بن کر
اگر صدا پتھروں کو دیتا تو رفعتوں کے ہجوم اٹھتے
ادھر یہ عالم تھا اس لگن میں نہ دن تھا میرا نہ رات میری
اٹھے تھے شاید زمینِ مردہ کی پپڑیوں سے خمیر جن کے
خیال یہ ہے کہ ان کے تن کی رگوں میں پانی تھا خوں نہیں تھا
وہ اپنے کاندھوں پہ سر تو رکھتے تھے لیکن ان میں دماغ کم تھے
وہ پھر بھی طاقت کو اپنا سب سے عظیم معبود مانتے تھے
گزر گیا جبر کا وہ عالم، بدل گیا جور کا زمانہ
نئی سحر کی تجلیوں سے تمام پست و فراز بدلے
وطن نوازوں کی آزمائش کا مرحلہ ایک اور آیا
جو خار تھے بن گئے شگوفے، جو پھول تھے بن گئے بگولے
کہ اب قیادت کی باگ ایوب خاں کے ہاتھوں میں دیکھتا ہوں
تبارک اللہ زندگی کے یہ پاک دن یہ حسین راتیں
اب آئی قوم اپنے راستے پر اب اس نے اپنا مقام سمجھا
شمار ہونے ہیں سال بھی دن غیور قوموں کی زندگی میں
بلند شاخوں سے کہہ دو ان سرفروش چہروں پہ گلفشاں ہوں

مری دعائیں بطیبِ خاطر شریکِ اہلِ وطن رہیں گی
خدائے کعبہ کی رحمتیں بھی انہی پہ سایہ فگن رہیں گی

محمد شفیع عمرالدین (حیدرآباد)

مجاہدین کا انعام

دونوں جہان کی کامیابی سے

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ (آل عمران آیت ۱۵۶)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جو کافر ہوئے اور وہ اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں جب وہ ملک میں سفر پر نکلیں یا جہاد پر جائیں۔ اگر ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے تاکہ اللہ اس خیال سے ان کے دلوں میں افسوس ڈالے۔ اور اللہ ہی جلاتا اور مارتا ہے اور اللہ تمہارے سب کاموں کو دیکھنے والا ہے۔

اس آیت شریفہ میں منافقوں کے ایک فاسد عقیدہ اور غلط چال کی قلعی کھول گئی ہے۔ وہ سچے اور مخلص مجاہدین کو جو دین کی حفاظت کی خاطر سفر اختیار کرتے اور دشمنانِ دین کے ساتھ جہاد کرتے انہیں کہتے اگر تم سفر اور جہاد نہ کرتے اور ہماری طرح گھروں میں رُکے رہتے تو مرنے مارنے کی نوبت نہ آتی۔

مخلص مومنین کو ایسے خیال کو دل میں جگہ نہ دینی چاہیئے۔ کیا جہاد میں جانے والے سب شہید ہو جاتے ہیں؟ کیا گھروں میں موت سے ڈر کر بیٹھ رہنے والے سب موت سے بچ جاتے ہیں؟ موت تو اپنے وقت مقررہ پر آتی ہے۔ زندگی اور موت اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں ہے اس لئے ہمیں چاہیئے کہ

۱۔ دشمنانِ دین کے غلط اور پست ہمت کرنے والے پروپیگنڈا کا ذرا بھی دل میں اثر نہ لیں۔

۲۔ دین کی حفاظت اور اسلامی سلطنت کی بقا کے لئے بوقتِ ضرورت فوراً سفر اور جہاد کے لئے نکل پڑیں۔

۳۔ موت کا خیال دل سے نکال دیں۔ زندگی اور موت اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں ہے۔ مقررہ وقت سے پہلے اس کا آنا ناممکن ہے اور مقررہ وقت پر اس کا ٹالنا ممکن نہیں ہے۔

۴۔ سفر اور جہاد جو فریضۂ الٰہی کی تکمیل کی خاطر کیا جائے وہ خوشی اور مسرت کا باعث بننا چاہیئے۔ ایسے وقت حسرت اور افسوس اور مایوسی کفار اور منافقوں کا شیوہ ہے مومن ان کے قریب نہیں جاتا۔

موت سے ڈر کر جہاد سے نہ رُکو

اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۭ (النساء آیت)

ترجمہ: تم جہاں کہیں ہوگے موت تمہیں آپکڑے گی۔ اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہی ہو۔

یعنی تم کیسے مضبوط اور محفوظ اور مامون مکان میں رہو مگر موت تم کو کسی طرح نہ چھوڑے گی، کیونکہ موت ہر ایک کے واسطے مقدر اور مقرر ہو چکی ہے ـ اپنے وقت پر ضرور آئے گی۔ کہیں ہو۔ سو اگر

جہاد

میں نہ جاؤ گے تو بھی موت سے ہرگز نہیں بچ سکتے۔ تو اب جہاد سے گھبرانا اور موت سے ڈرنا اور کافروں سے مقاتلہ سے خوف کرنا بالکل نادانی اور اسلام میں کچے ہونے کی بات ہے۔ (حضرت شیخ الاسلام مولانا عثمانیؒ)

ایک واقعہ

اس سلسلے میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ آپ نے تقریباً ایک سو بیس لڑائیوں میں حصہ لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو سیف اللہ کا لقب عطا ہوا تھا۔ سارا جسم تیر اور تلواروں کے زخموں سے چھلنی ہو گیا ہوا تھا سارے بدن پر بالشت بھر جگہ ایسی نہ تھی جہاں تیر یا تلوار کا زخم نہ لگا ہو۔ جب وصال کا وقت قریب آیا تو فرمایا "افسوس! میری ساری زندگی میدانِ جنگ میں گذری اور آج میں بستر پر ایڑیاں رگڑ کے جان دے رہا ہوں۔" (سیر الصحابہؓ)

میدانِ جنگ سے نہ بھاگو

قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (الاحزاب۔ آیت ۱۶)

ترجمہ: کہہ دو اگر تم موت یا قتل سے بھاگو گے، تو تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اور اس وقت سوائے تھوڑے دنوں کے نفع نہیں اٹھاؤ گے۔

یعنی جس کی قسمت میں موت ہے وہ کہیں بھاگ کر نہیں جان بچا سکتا۔ قضائے الٰہی ہر جگہ پہنچ کر رہے گی۔ اور اگر ابھی موت مقدر نہیں تو میدان سے بھاگنا بے سود ہے۔ کیا میدانِ جنگ میں سب مارے جاتے ہیں؟ اور فرض کرو بھاگنے سے بچاؤ ہی ہو گیا تو کے دن؟ آخر موت آنی ہے۔ اب نہیں چند روز کے بعد آئے گی اور نہ معلوم کس سختی اور ذلت سے آئے۔

(حضرت شیخ الاسلام مولانا عثمانیؒ)

سلطان ٹیپوؒ کا مقولہ

مجاہد اسلام حضرت سلطان ٹیپو شہیدؒ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے کہ "گیدڑ کی سو برس کی زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی بہتر ہے"۔

یعنی میدان جنگ میں جانا اور زندگی اور موت کا خیال نہ رکھنا شیر دل مجاہدوں کا کام ہے خطرے کے وقت یہ شیر کی طرح دشمن پر جھپٹتے ہیں۔ گیدڑ کی طرح دُم دبا کر بھاگنا منافقوں اور کافروں کا کام ہے۔

آہنی دیوار

میدانِ کارزار میں مسلمان بڑا ہی دلیر اور قوی ہوتا ہے وہ دوسرے مجاہدوں کے ساتھ مل کر دشمن کے سامنے ایک آہنی دیوار کی طرح بن جاتا ہے جسے توڑنا دشمن کے لئے ناممکن ہے۔ ان مجاہدین سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے۔ انہیں کامیابی عطا فرماتا ہے۔ ان کے ذریعے اسلام کا جھنڈا بلند کرتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ۔ (الصف آیت ۴)

ترجمہ: بے شک اللہ ان کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہے۔

موت مقررہ وقت پر آئے گی

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ۭ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۭ وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ ۝

(آل عمران۔ آیت ۱۴۵)

ترجمہ: اور اللہ کے حکم کے سوا کوئی مر نہیں سکتا۔ ایک وقت مقرر لکھا ہوا ہے اور جو شخص دنیا کا بدلہ چاہے گا ہم اسے دنیا ہی میں دے دیں گے۔ اور جو آخرت کا بدلہ چاہے گا ہم اسے اس میں سے دیں گے اور ہم شکر گذاروں کو جزا دیں گے۔

ہمت نہ ہارنا

کیونکہ موت کا وقت مقرر ہے اور مقررہ وقت پر اس کا آنا یقینی ہے اس لئے مومن میدانِ کارزار میں صبر، مستقل مزاجی اور بڑی ہمت سے کام لیتا ہے اور اپنے ارادوں میں سستی نہیں دکھاتا۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَي الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ فَاٰتٰىھُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (آل عمران آیت ۱۴۶ - ۱۴۸)

ترجمہ: اور کئی نبی ہیں جن کے ساتھ ہو کر بہت

اللہ والے لڑے ہیں۔ پھر اللہ کی راہ میں تکلیف پہنچنے پر نہ ہارے ہیں اور نہ سُست ہوئے ہیں اور نہ وہ دبے ہیں۔ اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اور انہوں نے سوائے اس کے کچھ نہیں کہا کہ اے ہمارے رب! ہمارے گناہ بخش دے اور جو ہمارے کام میں ہم سے زیادتی ہوئی ہے۔ اور ہمارے قدم ثابت رکھ۔ اور کافروں کی قوم پر ہمیں مدد دے۔ پھر اللہ نے ان کو دنیا کا ثواب اور آخرت کا عمدہ بدلہ دیا۔ اور اللہ نیک کام کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ (حاشیہ حضرت شیخ الاسلام شبّیر احمد صاحب عثمانی رح)

۱۔ (وکاین من نبی ....) یعنی تم سے پہلے بہت اللہ والوں نے نبیوں کے ساتھ ہو کر کفّار سے جنگ کی ہے جس میں بہت تکلیفیں اور سختیاں اٹھائیں۔ لیکن ان شدائد و مصائب سے نہ ان کے ارادوں میں سُستی ہوئی، نہ ہمت ہارے نہ کمزوری دکھائی۔ نہ دشمن کے سامنے دبے۔ اللہ تعالےٰ ایسے ثابت قدم رہنے والوں سے خاص محبت کرتا ہے۔ یہ اُن مسلمانوں کو تنبیہہ فرمائی اور غیرت دلائی جنہوں نے اُحد میں کمزوری دکھلائی تھی حتیٰ کہ بعض نے یہ کہہ دیا تھا کہ کسی کو بیچ میں ڈال کر ابوسفیان سے امن حاصل کر لیا جائے۔

مطلب یہ ہے۔ کہ جب پہلی امت کے حق پرستوں نے مصائب و شدائد میں اس قدر صبر و استقلال کا ثبوت دیا تو اس امت کو (جو خیر الامم ہے) اُن سے بڑھ کر صبر و استقامت کا ثبوت دینا چاہئے۔

۲۔ (وما کان قولھم ....) یعنی مصائب و شدائد کے ہجوم میں نہ گھبراہٹ کی بات کہی نہ مقابلہ سے ہٹ جانے اور دشمن کی اطاعت قبول کرنے کا ایک لفظ زبان سے نکالا۔ بولے تو یہی بولے کہ خداوندا! تو ہم سب کی تقصیرات اور زیادتیوں کو معاف فرما دے۔ ہمارے رب ہمارے دلوں کو مضبوط و مستقل رکھ تاکہ ہمارا قدم جادۂ حق سے نہ لڑکھڑائے۔ اور ہم کو کافروں کے مقابلہ میں مدد پہنچا وہ سمجھے کہ بسا اوقات مصیبت کے آنے میں لوگوں کے گناہوں اور کوتاہیوں کو دخل ہوتا ہے۔ اور ہم میں کون دعویٰ کر سکتا ہے کہ اس سے کبھی تقصیر نہ ہوئی ہوگی۔ بہرحال بجائے اس کے کہ مصیبت سے گھبرا کر مخلوق کی طرف جھکنے کے اپنے خالق و مالک کی طرف جھکے۔

۳۔ (فاتھم اللہ ....) یعنی دنیا میں اُن کی فتح و ظفر کا سکّہ بٹھا دیا۔ وجاہت و قبول عطا کی۔ اور آخرت کا جو بہترین ثواب ملا۔ اُس کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ دیکھو جو لوگ خدا تعالےٰ سے اپنا معاملہ ٹھیک رکھیں اور نیک کام کریں، اُن سے خدا محبت کرتا ہے اور ایسا پھل دیتا ہے

شہداء کی آخرت کی زندگی

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ○ (البقرہ۔ آیت ۱۵۴)

ترجمہ:۔ اور جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مرا ہُوا نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم نہیں سمجھتے۔

۱۔ شہید سکرات اور جان کندن کی سختیوں سے محفوظ اور مامون رہتا ہے۔

حدیث: شہید کو شہادت کے وقت صرف اتنی تکلیف ہوتی ہے جتنی کہ تم کو ایک چیونٹی کے کاٹنے سے تکلیف محسوس ہوتی ہے (مشکوٰۃ)

۲۔ منجملہ دیگر انعامات کے شہید کے لئے چھ خصوصی انعامات ہیں:۔

(۱) اُسے پہلی ہی بار (خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی بخش دیا جاتا ہے۔ (۲) اسے (جان نکلنے کے وقت) اس کا ٹھکانہ جنت میں دکھایا جاتا ہے۔ (۳) وہ قبر کے عذاب سے بچا رہتا ہے (۴) قیامت کے دن کی گھبراہٹ اور پریشانیوں سے امن میں رہتا ہے۔ (۵) اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جائیگا کہ اس کا یاقوت دنیا اور دنیا کی سب چیزوں سے بہتر ہوگا (۶) اور اس کی شفاعت اس کے ستّر رشتہ داروں کے حق میں قبول کی جائے گی۔ (مشکوٰۃ)

۳۔ مجاہد بڑا خوش نصیب ہے کہ مرنے کے بعد بھی اس کے عمل کا ثواب جاری رہتا ہے۔

حدیث: ہر شخص کا عمل مرنے کے بعد ختم ہو جاتا ہے مگر وہ شخص جو اللہ تعالےٰ کی راہ میں محافظت کرتا ہوُا مارا جائے۔ اس کے عمل کا ثواب قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور وہ قبر کے فتنہ سے بھی مامون رہتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

۴۔ شہید ہی ہے جو دنیا میں واپس آکر بار بار جہاد کرنے کی تمنا کرتا ہے۔

حدیث: جو شخص جنت میں داخل ہو جاتا ہے وہ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے اور روئے زمین کی چیزیں اسے دے دی جائیں۔ ہاں شہید اس بات کا آرزومند ہوتا ہے کہ دوبارہ دنیا میں جا کر دس مرتبہ شہید ہو کیونکہ اس کو شہادت کے بہترین درجات دکھائی دیتے ہیں۔ (بخاری)

شوقِ شہادت

۱۔ حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر بدر میں مشرکوں کے آنے سے پہلے پہنچ گئے۔ آپؐ نے مجاہدین کو فرمایا کہ جنت کے راستہ پر کھڑے ہو جاؤ۔ ہاں اس جنت کے جس کا عرض آسمان اور زمین کی مانند ہے۔

ایک صحابی حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا۔ خوب! خوب! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ کہ تم نے یہ الفاظ کیوں کہے۔ اس نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ! قسم ہے اللہ تعالےٰ کی ان الفاظ سے اس کے سوا میرا اور کوئی مقصد نہیں ہے کہ میں جنّت میں جاؤں میری یہی ایک آرزو ہے۔ آپؐ نے فرمایا تو جنتی ہے۔ اس کے بعد عمیرؓ نے اپنے ترکش سے کھجوریں نکالیں اور ان کو کھانا شروع کیا اور پھر کہا۔ اگر میں کھجوروں کو دوبارہ کھانے تک زندہ رہا تو یہ ایک لمبی زندگی ہوگی۔ یہ کہہ کر باقی کھجوریں پھینک دیں۔ اور میدانِ کارزار میں کُود پڑا۔ مشرکوں کے ساتھ جہاد کیا اور شہید ہو گیا۔ (مشکوٰۃ)

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اِنَّ اَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ۔ یعنی جنت کے دروازے تلواروں کے سایہ میں ہیں۔

ایک خستہ حال شخص نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ کہ اے ابوموسیٰؓ! کیا آپ نے یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ہاں سنی ہے۔ یہ سن کر وہ شخص اپنے دوستوں کے پاس آیا اور انہیں الوداعی سلام کہا۔ اپنی تلوار کو نیام سے نکالا اور نیام کو توڑ پھینک دیا۔ تلوار لے کر میدانِ کارزار میں گھس گیا اور لڑتے لڑتے شہید ہو گیا۔ (مشکوٰۃ)

ان بلند مرتبہ اور بلند ہمت حضرات کی زندگیاں ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہمیں ہمارے اسلاف کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

بقیہ: شجاعت اہل اسلام کا حقیقی سبب

نہ رہتی تھی۔ اور ایسا ہی معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے اُن خاص بندوں کے ساتھ ہوُا۔

باری تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ — "تم مجھے یاد کرو میں بھی تمہیں یاد کروں گا"

مطلب یہ ہے کہ مَیں بھی تمہارے ساتھ ویسا ہی معاملہ کروں گا اور اپنی رحمت متوجہ کروں گا (ورنہ یوں تو اللہ تعالےٰ کو ہر بندہ ہر وقت یاد ہے)

نیز ارشاد ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ — اے پیغمبرؐ! آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالےٰ تمہیں محبوب بنا لے تو تم میری پیروی کرو۔ اللہ تعالےٰ تمہیں محبوب بنا لیں گے

بہرحال یہ وہ عقائد حقہ ہیں کہ جن کے ثمرات ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور جن کی وجہ سے ایک مسلمان موت سے نہیں ڈرتا بلکہ اسے اسلام کے لئے مرنا عزیز ہوتا ہے اور وہ ایسی موت کی تمنا کرتا ہے

اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی معرفت رضا کاملہ اور حسنِ خاتمہ کی دولت سے نوازے۔ اور آخرت میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نصیب فرمائے۔ آمین!

جہاد : فی سبیل اللہ

مولانا محمد اجمل خطیب جامع رحمانیہ عبدالکریم روڈ قلعہ گوجر سنگھ لاہور

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی
جنگ شاہان جہاں غارت گری است
جنگ مومن سنت پیغمبری است

برادران اسلام! اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ مبارک دور آ چکا ہے ۔ کہ ہم جہاد فی سبیل اللہ کی حقیقت کو عملی طور پر، سوچیں اور سمجھیں۔

جہاد جہد سے مشتق ہے ۔ جس کے معنی سعی و کوشش اور محنت و مشقت ہیں ۔ جہاد کا اصطلاحی اور شرعی مفہوم یہ ہے کہ

الجھادُ بذلُ الانفسِ وَالاَموالِ وَ جَمیعِ القُوٰیٰ فی سبیل اللہ ۔

(اللہ کی راہ میں جان و مال اور تمام قوتیں اور طاقتیں صرف کر دینا) جہاد کی شکلیں حالات کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہیں ۔ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ کے تیرہ سال میں جس طرح محنت و جانفشانی سے تبلیغی کام کرتے رہے ۔ وہ جہاد کی اس دور میں ایک شکل تھی ۔ پھر ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں بدر و احد خیبر و خندق اور دیگر غزوات و سرایا میں جنگ و قتال اقدام و دفاع کے جو معرکے ہوئے وہ بھی جہاد ہی کی ایک شکل تھی ۔

جہاد کے ساتھ فی سبیل اللہ کی قید نے اسلامی جنگ کو مقدس جنگ بنا دیا ۔ تاریخ شاہد ہے کہ دنیا میں ہر قوم نے جنگ کی ہے ۔ لیکن کس مقصد کے لئے ؟ کسی نے شخصی اقتدار کی خاطر ہزاروں کا خون بہایا ۔ کسی نے خاندان و قبیلہ کی سرفرازی و برتری کے لئے انسانی خون کی ہولی کھیلی ۔ کسی نے محض تجارتی و معاشی فوائد حاصل کرنے کے خونی ڈرامہ کھیلا ۔

غرض دنیا میں جو لڑائیاں ہوئی ہیں ۔ سب کے مقاصد و اغراض غلط اور ناپاک رہے ہیں ۔

لیکن اسلامی جہاد کا مقصد ملک گیری ۔ حکومت و اقتدار شہرت و ناموری فخر و مباہات کے حصول کی خاطر خون ریزی کرنا نہیں ہے ۔ بلکہ ظلم و ستم کو مٹانا عدل و انصاف کو رائج کرنا ۔ درندوں ، اور حیوانوں کو انسان بنانا ۔ فحاشی اور بدمعاشی کا قلع قمع کرنا ۔ اعلیٰ اخلاق کو پھیلانا ، بدامنی کو ختم کر کے امن و امان قائم رکھنا ۔ ظالموں ، مفسدوں ، اور فتنہ پردازوں کے شر سے اللہ کے مظلوم و مقہور بندوں کو نجات دلانا ، شیاطین الانس کے ناپاک اجسام کو صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹانا ۔ بندوں کا تعلق معبود حقیقی سے جوڑنا ۔ انسانیت کو اعلیٰ ترین مدارج ارتقاء پر پہنچانا ۔ شر کو مغلوب کر کے خیر کو غالب کرنا ۔ یہ وہ اغراض و مقاصد ہیں ۔ جن کے لئے مقدس جنگ لڑی جاتی ہے ۔ اسی کا نام جہاد فی سبیل اللہ ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائی میں حصہ نہ لینے والے کفار کے خون میں ہاتھ رنگین کرنے سے منع فرمایا ۔

ارشاد فرمایا ۔

لَا تَغْدِرُوْا وَلَا تُمَثِّلُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا شَیْخًا وَلَا وَلِیْدًا وَلَا امْرَأَۃً ۔ ایک اور جگہ ارشاد فرمایا :۔

لَا تَقْتُلُوْا اَصْحَابَ الصَّوَامِعِ

ترجمہ :۔ بدعہدی نہ کرنا اور مثلہ بھی نہ کرنا (یعنی شکل و صورت کو بگاڑنا) بچوں بوڑھوں اور عورتوں کے قتل سے پرہیز کرنا ۔ معبدوں میں رہنے والوں کو قتل کرنا ۔

اسلامی جہاد دراصل آپریشن ہے ۔ جس کے ذریعے بربریت و بہیمیت فرعونیت و انانیت کا زہریلا اور فاسد مادہ نکال کر پھینک دیا جاتا ہے ۔ اگر اس فاسد اور مسموم مادہ کو بذریعہ اپریشن یعنی جہاد نہ نکالا جائے تو پھر باقی جسم زہریلے اثرات سے محفوظ و مامون نہیں رہ سکتا ۔ اسلامی جہاد کفر و شرک کے ناسور ظلم و ستم ، جور و جفا کے پھوڑے پھنسیوں کے لئے تریاق و اکسیر کا حکم رکھتا ہے ۔ جہاد کا اسلامی کا مقصد خونریزی نہیں بلکہ اعلائے کلمۃ اللہ اور دفع فتنہ مقصود ہے ۔ اگر بدوں خونریزی کے یہ مقصد حاصل ہو سکے ۔ تو خواہی نخواہی خون بہانے کی کیا حاجت ہے ۔ اگر دشمن صلح کی درخواست کرے تو قرآن مجید کہتا ہے اس درخواست کو مسترد نہ کرو ۔ بلکہ کھلے دل سے قبول کرو ۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

ترجمہ : اگر وہ جھکیں صلح کی طرف تو آپ بھی اس کی طرف جھکیں (اگر یہ احتمال ہو کہ شاید کفار صلح کے پردے میں ہم کو دھوکا دینا چاہتے ہیں تو کچھ نہ کیجئے) اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیے وہ ان کی نیتوں کو جانتا اور ان کے اندرونی مشوروں کو سنتا ہے ۔ اس کی حمایت کے سامنے ان کی بدنیتی نہ چل سکے گی ۔ آپ اپنی نیت صاف رکھیے ۔

لیکن یہ یاد رہے کہ خدا پر بھروسہ کرنے کے معنی یہ نہیں کہ اسباب ضروریہ مشروعہ کو ترک کر دیا جائے ۔ کیونکہ یہ توکل نہیں بلکہ تعطل ہے مسلمانوں پر فرض ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سامان جہاد فراہم کریں ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ الآیۃ ۔

ترجمہ :۔ اور تیاری کرو ان کی لڑائی کے واسطے جو کچھ جمع کر سکو قوت و طاقت سے ۔

شیخ الاسلام پاکستان حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے مندرجہ بالا آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں گھوڑے کی سواری ، شمشیر زنی اور تیر اندازی وغیرہ کی مشق کرنا سامان جہاد تھا ۔ آج بندوق ، توپ ، ہوائی جہاز ، آبدوز کشتیاں ، آہن پوش کروزر وغیرہ کا تیار کرنا ، اور استعمال میں لانا ۔ اور فنون حربیہ کا سیکھنا ۔ بلکہ ورزش وغیرہ کرنا ۔ سب سامان جہاد ہے ۔ اسی طرح آئندہ جو اسلحہ و آلات حرب وضرب تیار ہوں ۔ انشاء اللہ وہ سب آیت کے منشا میں داخل ہیں ۔

یہ بات بھی مسلمانوں کو کبھی فراموش نہیں کرنی چاہیئے کہ قرآن مجید نے جو دشمنوں کے مقابلہ میں سازو سامان اور تیاری کا حکم دیا ہے ۔ وہ دشمنوں پر رعب جمانے اور دھاک بٹھلانے کا ایک ظاہری سبب ہے ۔ باقی فتح و ظفر کامیابی و کامرانی کا اصلی سبب تو اللہ کی تائید و مدد ہے ۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۔

ترجمہ :۔ مدد نہیں مگر اللہ کی طرف سے

یعنی اللہ تعالیٰ کی مدد ساز و سامان پر محدود مقصور نہیں نہ اسباب کی پابند ہے ۔ وہ چاہے تو محض اپنی زبردست قدرت سے بدوں فرشتوں کے تمہارا کام بنا دے ۔ یا بدوں تمہارے توسط کے کفار کو خائب و خاسر کر دے ۔ یا ایک فرشتہ سے وہ کام لے لے جو ہزاروں سے لیا جاتا ہے ۔ فرشتے بھی جو امداد پہنچاتے ہیں ۔ وہ اسی خداوند قدس کی قدرت و مشیت سے پہنچا سکتے ہیں ۔ مستقل طاقت و اختیار کسی میں نہیں ۔ وہ مدد کرنا چاہے تو ابابیل سے اصحاب الفیل کو تباہ و برباد کرا دے ۔ اور چاہے تو غار ثور کے دروازہ پر مکڑی سے جالا تنوا کر اور جنگلی کبوتر سے انڈے دلوا کر اپنے محبوب ترین رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے محبوب اور معتمد ساتھی صدیق اکبر رضی کو کفار نابکار کی دستبرد سے محفوظ و مامون کر دے ۔ یہ تائید غیبی کا کرشمہ تھا کہ مکڑی کا جالا جسے اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ (کمزور ترین گھر) بتلایا ہے ۔ بڑے بڑے مضبوط و مستحکم

قلعوں سے بڑھ کر ذریعہ تحفظ بنا دیا ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نارِ نمرودی کو گلزار کر دے۔ اور چاہے تو چھری کو کند کر دے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے حلقوم مبارک کو کٹنے نہ دے۔ چاہے تو حضرت خالد بن ولید رضؓ پر زہر ہلاہل کو اثر نہ کرنے دے۔ اور اگر مظفر و منصور کرنا چاہے تو اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک سے مٹھی بھر ریت اور کنکریاں لشکر کفار کی طرف پھینکوا کر شکست و ہزیمت کا باعث بنا دے۔ اور اگر نصرت و تائید فرمانے پر آئے تو اپنی قدرتِ کاملہ سے ہوا کا جھکڑ اور طوفان چلا دے۔ چنانچہ غزوہ خندق میں یہی ہوا۔ ہوا کے زور سے خیمے اکھڑ گئے۔ گھوڑے چھوٹ کر بھاگ گئے۔ چولھے بجھ گئے۔ دیگچے زمین پر جا پڑے۔ سردی اور اندھیری ناقابلِ برداشت بن گئی۔ آخر ابوسفیان نے جن کے ہاتھ میں تمام لشکروں کی اعلیٰ کمان تھی۔ طبل رحیل بجا دیا گیا۔ ناچار سب اٹھ کر، بے نیل مرام واپس چل دیئے۔

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ جو چاہے اور جس طرح چاہے اور جس کے لئے چاہے اور جیسا چاہے کر دے۔ مسلمان کو بحیثیت مسلمان کے اپنے خالق و مالک کے ساتھ پورا تعلق جوڑنا چاہیے۔ اور اسی پر اعتماد و بھروسہ کرنا چاہیے۔ مجاہدین کو اپنی فوجی اور عسکری جمعیت و کثرت اور ساز و سامان پر گھمنڈ نہ کرنا چاہیئے۔ جہاں فخر و غرور پیدا ہوا۔ وہاں ہی فتح و ظفر شکست و ہزیمت میں تبدیل ہونی شروع ہو گئی۔

چنانچہ غزوہ حنین میں شکست کا باعث یہی فوجی جمعیت و کثرت بنی اس موقع پر مسلمانوں کی کل تعداد ۱۲ ہزار تھی۔ مسلح ہو کر فوج ظفر موج میدان میں نکلی۔ یہ منظر دیکھ کر بعض صحابہ سے نہ رہا گیا۔ اور بے ساختہ بول اٹھے۔ جب ہم بہت تھوڑے تھے اس وقت تو ہمیشہ غالب رہے۔ آج ہماری اتنی بڑی تعداد کسی سے مغلوب ہونے والی نہیں۔ یہ جملہ مردانِ توحید کی زبان سے نکلنا بارگاہ احدیت میں ناپسند ہوا۔ فریق مخالف کی جمعیت چار ہزار تھی۔ اور قبیلہ ہوازن تیر اندازی کے فن میں سارے عرب میں شہرت رکھتا تھا۔ فریقِ مخالف کے تیر اندازوں نے گھات سے نکل کر ایک دم دھاوا بول دیا۔ آنِ واحد میں چاروں طرف سے اس قدر تیر برسائے۔ مسلمانوں کو قدم جمانا مشکل ہو گیا بھاگڑ پڑ گئی۔ پاؤں اکھڑ گئے۔ زمین باوجود فراخی کے تنگ ہو گئی۔ کہیں پناہ کی جگہ نہ ملتی تھی۔ قرآن مجید نے ان الفاظ میں اس منظر کی تصویر کشی کی ہے۔ وَ يَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّ ضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ط سورۃ توبہ آیت ۲۵

ترجمہ:۔ اور حنین کے دن جب خوش ہوئے تم اپنی کثرت پر وہ کچھ کام نہ آئی تمہارے اور تنگ ہو گئی تم پر زمین باوجود اپنی فراخی کے پھر ہٹ گئے تم پیٹھ دے کر۔

یہ خاص موقع تھا جبکہ دنیا نے پیغمبرانہ صداقت و توکل اور معجزانہ شجاعت کا ایک محیر العقول نظارہ ان ظاہری آنکھوں سے دیکھا۔ آپ سفید خچر پر سوار ہیں۔ حضرت عباس ایک رکاب اور حضرت ابوسفیان دوسری رکاب تھامے ہوئے ہیں۔ جدھر سے فریق مخالف کے قبیلہ کے ہوازن و ثقیف کا سیلاب بڑھ رہا ہے۔ آپ کی سواری کا منہ اس وقت بھی اسی طرف ہے۔ اور ادھر ہی آگے بڑھنے کے لئے خچر مہمیز کر رہے ہیں دل خدا کی طرف متوجہ ہے۔ اور زبان مبارک پر نہایت استغناء و اطمینان کے ساتھ انا النبی لاکذب انا ابن عبد المطلب جاری ہے۔ یعنی میں سچا پیغمبر ہوں۔ اور عبد المطلب کی اولاد ہوں۔ اسی حالت میں آپ نے صحابہ کو آواز دی۔

اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰہِ اِلَیَّ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ.

خدا کے بندوں ادھر آؤ۔ یہاں آؤ میں خدا کا رسول ہوں۔ تمام صحابہ اس آواز کو سنتے ہی پلٹ کر واپس آ گئے۔ کسی کی سواری نے رُخ بدلنے میں دیر کی وہ سواری سے کود کر اور سواری کو چھوڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹ کر آ گیا۔ بہت سے بھاگے ہوئے مسلمان لوٹ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو دیکھا کہ ہزاروں قیدی آپ کے سامنے بندھے کھڑے ہیں اور مالِ غنیمت کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مٹھی بھر ریت اور کنکریاں کفار کی طرف پھینکیں۔ جو خدا کی قدرت سے ہر کافر کے چہرے اور آنکھوں پر پڑی۔ کفار آنکھیں ملتے رہے اور جو مسلمان قریب تھے۔ انہوں نے پلٹ کر حملہ کر دیا۔ آناً فاناً مطلع صاف ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے مسلمانوں کی شکست کو فتح میں تبدیل فرما دیا۔ فسبحان من بیدہ ملکوت کل شیئ

غزوہ احد میں حضرت عاصم رضؓ بن ثابت نے مسافع بن طلحہ اور حارث بن طلحہ کو تیر مار کر قتل کیا تھا۔ ان دونوں مقتولوں کی والدہ سلافہ نے منت مانی تھی کہ حضرت عاصم کا سر ملے گا۔ تو کھوپری میں شراب ڈال کر پیوں گی۔ اس لئے اس نے اعلان کیا تھا کہ جو عاصم کا سر لائے گا۔ اس کو سو اونٹ بطور انعام دوں گی۔ قبیلہ عضل اور قارہ کے بعض لوگ آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوئے کہ ہمارے قبیلہ نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ لہٰذا چند ایسے حضرات روانہ فرمائیں جو قرآن مجید کی تعلیم دے سکیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی درخواست پر دس مبلغین اسلام کی جماعت زیر قیادت حضرت عاصم بن ثابت روانہ فرمائی۔

جب یہ حضرات مقام رجیع پر پہنچے جو مکہ اور عسفان کے مابین واقع ہے تو ان منافقوں نے صحابہ کرام کی اس مقدس جماعت سے غداری کی اور قبیلہ بنو لحیان کے دو صد آدمیوں سے جن میں یکصد تیر انداز تھے۔ مقابلہ ہوا۔ حضرت عاصم رضؓ امیر جماعت اپنے ساتھیوں کو لے کر ایک پہاڑی پر چڑھ گئے۔ ان لوگوں نے محاصرہ کیا اور کہا کہ نیچے اُتر آؤ تو جان بخشی کی جائے گی۔ حضرت عاصم رضؓ نے فرمایا کہ میں کفار کی پناہ میں نہیں آنا چاہتا پھر دُعا مانگی۔ اَللّٰھُمَّ اَخْبِرْنَا عَنَّا رَسُوْلَکَ

اے اللہ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حال کی خبر کر دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم کی دُعا قبول فرمائی۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی مطلع کر دیا۔

نسیما جانبِ بطحا گذر کن
ز احوالم محمدؐ را خبر کن

حضرت عاصم رضؓ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ تم سے دھوکا کیا گیا مگر گھبرانے کی ضرورت نہیں شہادت کو غنیمت سمجھو۔ تیروں، نیزوں اور تلواروں سے مقابلہ کیا بالآخر شہید ہو گئے۔ اور چونکہ حضرت عاصم سلافہ کافرہ کی منت کے متعلق بھی سن چکے تھے۔ اس لئے دُعا کی کہ اے اللہ میرا سر تیرے راستے میں کاٹا جا رہا ہے۔ تو ہی اس کا محافظ ہے قبیلہ ہذیل کے کچھ لوگ حضرت عاصم کا سر لینے کے لئے روانہ ہوئے۔ تاکہ سلافہ کے ہاتھ فروخت کر کے ۱۰۰۔ اونٹ بطور انعام لیں۔ جب یہ لوگ وہاں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت و صیانت کے لئے شہد کی مکھیوں کا ایک لشکر متعین فرما دیا۔ چاروں طرف سے حضرت عاصم کا احاطہ کر لیا۔ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ سر کاٹنے میں کامیابی نہ ہوئی تو مشورہ کیا کہ رات کو جب مکھیاں نہ ہوں گی۔ اُس وقت سر تن سے جدا کریں گے۔ رات کو خوب بارش ہوئی اور اس نے سیلاب کی شکل اختیار کر لی۔ اور حضرت عاصم رضؓ کا جسد اطہر اسی میں بہہ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی دُعا قبول فرماتے ہوئے اُن کے جسم کو دشمن کی دستبرد سے محفوظ و مامون رکھا۔

حضرت خثیمہ رضؓ نے غزوہ بدر میں شرکت کا ارادہ کیا تو عجیب واقعہ پیش آیا۔ باپ نے اپنے بیٹے سعد رضؓ سے کہا کہ ہم میں سے ایک آدمی کو گھر رہنا چاہیے اس بنا پر تم یہیں رہو۔ میں جہاد پر جاتا ہوں۔ بیٹے نے جواب دیا کہ اگر جنت کے علاوہ کوئی اور معاملہ ہوتا تو میں ضرور آپ کو ترجیح دیتا۔ میں خود جاؤں گا۔ اور امید ہے کہ اللہ تعالےٰ شہادت سے سرفراز

فرمائے گا۔ تاہم شفقتِ پدری نے مجبور کیا۔ اور حضرت خثیمہ رضؓ نے قرعہ ڈالا۔ قرعۂ فال بیٹے کے نام نکلا مجبور ہو کر اجازت دے دی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بدر پہنچے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے مراد پوری کی۔ اور شہادت نصیب فرمائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

اب جب غزوہ احد کی تیاری ہونے لگی تو حضرت خثیمہ رضؓ بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر میں عدم شرکت کا سخت افسوس ہے لیکن یہ سعادت میرے بیٹے سعد رضؓ کی قسمت میں لکھی ہوئی تھی۔ آج رات کو میں نے اپنے بیٹے کو خواب میں دیکھا ہے نہایت حسین و جمیل شکل میں ہے۔ اور جنت کے باغات میں سیر و تفریح کر رہا ہے اور مجھ سے کہتا ہے۔ اے باپ تم بھی یہیں آ جاؤ۔ دونوں مل کر جنت میں ساتھ رہیں گے۔ میرے پروردگار نے جو مجھ سے وعدہ کیا تھا وہ میں نے بالکل برحق پایا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس وقت سے اپنے بیٹے کی مرافقت کا مشتاق ہوں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ اب تمنا یہی ہے کہ اپنے رب سے ملاقات کروں۔ اور بیٹے کے پاس پہنچوں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو شہادت اور جنت میں سعد رضؓ کی مصاحبت و مرافقت نصیب فرمائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خثیمہ رضؓ کے لئے دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔ اور حضرت خثیمہ رضؓ معرکہ احد میں شہید ہوئے۔

چہ خوش رسمے بنا کردند بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

قرآن مجید نے غزوہ حنین کے واقعہ کو بیان کر کے مسلمانوں کو آگاہ کر دیا ہے کہ کبھی بھی تم کو اپنے فوجی اور عسکری نظام، طاقت و جمعیت کثرت و بہتات اور آلات ضرب و حرب کی افراط پر نازاں و فرحاں نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم لطف و عنایت نصرت و تائید امداد و اعانت پر بھروسہ کرتے ہوئے میدان جنگ میں قدم رکھنا چاہیے۔ مسلمان جب اس نشہ سے مخمور ہو کر اور اس ولولہ و جذبہ سے سرشار ہو کر دشمن کے مقابلہ میں صف آرا ہوتا ہے۔ تو پھر ہر قسم کا خوف اس کے دل سے نکل جاتا ہے۔ اور موت سے وحشت و نفرت ختم ہو جاتی ہے۔ حقیقی اور ابدی زندگی حاصل کرنے کے لئے موت کو گلے سے لگانے کے لئے لپکتا ہے۔ اور محبوب تک پہنچنے کے لئے موت کے پل کو عبور کرنے کے واسطے دوڑ لگا دیتا ہے۔ اب اس دنیاوی زندگی کی ایک ایک گھڑی اس پر گراں گزرتی ہے کیا اچھا کہا گیا ہے۔

فنا فی اللہ کی تہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جو جینا ہے تو مرنے کیلئے تیار ہو جاؤ

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا!

جو کبھی ہستی اس بات پر کامل یقین آیا
جسے مرنا نہیں آیا اسے جینا نہیں آیا

اب اختصار و ایجاز کے ساتھ چند ایمان افروز، روح پرور واقعات سپرد قلم کرتا ہوں۔

سرور کائنات فخر آدم و بنی آدم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار میدان جنگ میں یہ آیت باآواز بلند تلاوت فرمائی۔

قُومُوا إِلَىٰ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ (اٹھ کھڑے ہو اس جنت کی طرف جس کا عرض زمین اور آسمانوں کے برابر ہے۔)

تو ایک صحابی عمیر بن الحمام انصاری جو اس وقت چند خرمے ہاتھ میں لیے کھا رہے تھے۔ آیت سن کر بے تاب ہو گئے۔ اور چھوارے یہ کہہ کر پھینک دیے کہ میں ان کو کھا چکنے کا انتظار نہیں کر سکتا۔ اس میں تو بڑی دیر لگے گی۔ یہ کہا اور اسلحہ سنبھال کر دشمن کی صفوں میں جا گھسے اور خاک و خون میں تڑپتے ہوئے موت کے پل سے گزر کر محبوبِ حقیقی سے جا ملے۔ اقبال مرحوم نے کیا خوب فرمایا:

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی!

(۲) اسی طرح ایک اعرابی شخص آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں اپنا ہاتھ دیتا ہے۔ اور اپنے حلقوم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں اس جگہ تیر کھانے کی بیعت کر رہا ہوں تاکہ موت کے پل سے گزر کر جنت میں پہنچ جاؤں۔ کوئی کیا اندازہ کر سکتا ہے ان کے شوقِ جنت کا کہ کس طرح رگ رگ میں سما گیا تھا۔

سپر کر دے جو بہر دین و ملت سر بھی سینہ بھی
مبارک اس کا مرنا بھی مبارک اس کا جینا بھی

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک بوڑھے صحابی حضرت عمرو بن الجموح رضؓ جو غیر معمولی طور پر لنگ سے معذور تھے۔ ان کو بھی شہادت کے شوق نے ایسا مست کر دیا تھا کہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر جہاد میں شرکت و شمولیت کی اجازت چاہ رہے ہیں۔ جوان جوان بیٹے جو جہاد میں جا رہے تھے انہوں نے روکنا چاہا اور کہا ہمارا جانا آپ کی طرف سے بھی کافی ہے۔ نہیں مانے۔ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی۔ حضرت نے بیٹوں کی تائید کی اور علاوہ ازیں یہ بھی فرمایا کہ تم معذورین میں سے ہو۔ جہاد تمہیں معاف ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر بچوں کی طرح مچل گئے۔ بڑے اصرار سے بار بار اجازت چاہی۔ صرف اس آرزو کو پورا کرنے کے لئے کہ شہادت نصیب ہو جائے۔ چنانچہ اجازت مل گئی اور غزوہ احد میں شریک ہوئے۔ اور شہادت پائی

شہادت آخری منزل ہے انسانی سعادت کی
وہ خوش قسمت ہیں مل جائے جنہیں دولت شہادت کی

۴۔ حضرت عبداللہ بن جحش رضؓ نے احد کا معرکہ گرم ہونے سے ایک دن پہلے دعا کی تھی کہ اے اللہ تعالیٰ میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ جب اس میدان میں حق و باطل کی جنگ برپا ہو تو میرا مقابلہ کسی بہادر کافر سے ہو۔ وہ مجھے قتل کر دے میرا پیٹ چیر ڈالے میرے ناک کان کاٹ ڈالے۔ پھر جب میں اس حالت میں تیرے پاس پہنچوں تو مجھ سے پوچھے کہ اے عبداللہ تیرے ساتھ یہ کیوں ہوا؟ تو میں عرض کروں کہ صرف تیری راہ میں۔ حضرت عبداللہ رضؓ کی یہ دعا حرف بحرف قبول ہوئی۔ وہ شہید کیے گئے اور ان کے ناک کان کاٹ دیے گئے۔

غلامانِ محمد جان دینے سے نہیں ڈرتے
یہ سر کٹ جائے یا رہ جائے کچھ پرواہ نہیں کرتے

۵۔ غزوہ احد میں جب گھمسان کا رن پڑا۔ تو بڑے بڑے جانبازوں کے قدم اکھڑ گئے تھے۔ صرف چند حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باقی رہ گئے تھے۔ حضرت انس بن نضر رضؓ نے میدان کو خالی دیکھا تو خود آگے بڑھے۔ اور دیکھا کہ حضرت سعد رضؓ بن معاذ سامنے آ رہے ہیں۔ پوچھا اے سعد کہاں جا رہے ہو؟ جنت وہ ہے خدا کی قسم احد کی طرف سے جنت کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔ یہ کہہ کر نہایت جوش و خروش کے ساتھ دشمنوں پر حملہ کیا۔ بڑی دلیری اور بہادری سے جان جان آفرین کے سپرد کی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

حضرت انس رضؓ کا وجود مسعود زخموں سے چور ہو چکا تھا۔ زخموں کا شمار کیا گیا تو ۸۰ سے زائد زخم تھے۔ کفار نے لاش کا مثلہ کر دیا تھا۔ اس لئے شناخت مشکل ہو چکی تھی۔ آپ کی ہمشیرہ حضرت ربیعہ رضؓ بنت نضر نے انگلی سے بھائی کی لاش کو پہچانا۔

شہادت سے ڈرا سکتا نہیں تو مرد مومن کو
کہ مومن ڈھونڈتے آتا ہے دنیا میں اسی دن کو

پھر اس تشنہ سے بڑے، بوڑھے ہی مخمور نہ تھے، نوجوان بھی اسی میں چور تھے۔ جن کی عمر کھیل کود میں مگن رہنے اور خطرات سے دور رہنے کی تھی حضرت عمیر بن ابی وقاص رضؓ برادرِ سعد بن ابی وقاص ان ہی نونہالوں میں سے تھے مجاہدینِ اسلام غزوہ بدر کے خیال سے علم نبوی کے نیچے جمع ہوئے تو یہ بھی اس مجمع میں پہنچ گئے۔ یہ اسلامی فوج کی صفوں میں ادھر ادھر چھپتے

پھرتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ پائیں۔ اور کم عمری کی وجہ سے واپس کر دیں۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے پوچھا بھی بھائی کیا بات ہے؟ کہا میں اس جنگ میں شریک ہونا چاہتا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ شہادت نصیب کرے۔ لیکن خوف ہے کہ کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ لیا تو بچہ سمجھ کر واپس کر دیں گے۔ اس لئے چھپتا پھرتا ہوں کہ کسی طرح فوج کے ساتھ مدینہ سے نکل جاؤں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب تمام جانثار، جان سپار، شیدائی اور فدائی یکے بعد دیگرے معائنہ کے لئے پیش ہوئے تو حضرت عمیر کا خوف اور اندیشہ نہایت صحیح ثابت ہوا۔ آپ نے صغر سنی کی وجہ سے فرمایا تم واپس جاؤ۔ یہ سن کر زار و قطار رونے لگے ۔

یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے

آنسوؤں کے معصوم قطرے سفارش کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں پر گر پڑے۔ اس سفارش کو رد کرنا رحمتہ اللعالمین کے لئے مشکل تھا۔ چنانچہ شریکِ جنگ ہونے کی اجازت مل گئی۔ عمیر ان کے بچپن کا کیا حال تھا اس سے اندازہ فرمائیے۔ ان کے بھائی حضرت سعدؓ نے جب ان کی کمر میں تلوار لگائی تو پرتلہ ان کے چھوٹے سے جسم پر ٹھنٹ نہ آسکا۔ اور اس میں گرہ لگانی پڑی۔ اللہ تعالے نے مراد پوری کی اور شہادت سے نوازا۔ وَ لنعم ما قیل

؎ گلا کٹوا مرنے لے کے پھرا ہے دل کہاں یہ دن
کبھی گردن ہو خنجر پر کبھی خنجر ہو گردن پر

ایک دوسرے نو عمر، کم سن نوجوان کا شوقِ شہادت ملاحظہ فرمائیے۔ یہ صاحبزادے حضرت رافع بن خدیج ہیں۔ سن ابھی پورے پندرہ کا بھی نہیں ہے۔ قد و قامت سے کم عمری بالکل عیاں ہوتی ہے۔ مگر شوقِ شہادت مجبور کر رہا ہے، تو پنجوں کے بل کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تاکہ لوگوں کو کم عمری کا احساس نہ ہو۔ اور اسلامی فوج کے ساتھ نکلنے میں کوئی رکاوٹ پیش نہ آئے۔ لیکن ان باتوں سے کہیں بچپن چھپ سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لڑائی میں شریک ہونے کے ارادہ سے حاضر ہوئے۔ کمسنی کی وجہ سے آپ نے واپس کر دیا۔ لیکن اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ باپ اٹھتا اور اپنے لختِ جگر کے لئے سفارش کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اللہ کیا منظر ہے۔ باپ اور جنگ کا کھیل کھیلنے کے لئے سفارش۔ آخر اجازت مل گئی۔ اور حضرت رافع مسرت سے جھوم اٹھے۔ گویا دونوں جہانوں کی نعمت مل گئی۔

اس غزوہ میں ان کے سینہ میں ایک تیر لگا۔ جو اندر گھس گیا تھا۔ لوگوں نے کھینچا تو نوک اندر رہ گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہاری نسبت قیامت میں شہادت دوں گا۔ تیر کی جو نوک اندر رہ گئی تھی۔ ایک عرصہ کے بعد اس نے زخم پیدا کر دیا تھا۔ اسی صدمہ سے ۸۶ برس کی عمر میں جان بحق تسلیم ہوئے ؎

چلے تھے یہ مجاہد آج میدانِ شہادت میں
محمدؐ کی ہدایت پر محمدؐ کی قیادت میں

ایک اور صحابی سمرۃؓ بن جندب بھی لڑکوں کی جماعت میں تھے۔ حضرت رافعؓ کو جو اجازت ملتی دیکھی تو نہ رہا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ آپ ان کو ساتھ لے جا رہے ہیں تو مجھے بھی لے جانا پڑے گا۔ حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے صغر سنی کی وجہ سے اجازت نہ دی تو حضرت سمرہؓ نے کہا کہ آپ نے رافع کو اجازت دی۔ اور مجھ کو چھوڑ دیا۔ حالانکہ میں ان سے زیادہ طاقتور ہوں۔ آپ ابھی کشتی کرا کے دیکھ لیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا کشتی کرو۔ حضرت سمرہ رضؓ دیکھنے میں چھوٹے تھے۔ لیکن طاقتور تھے۔ حضرت رافع کو پچھاڑ دیا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو بھی شریکِ جنگ ہونے کی اجازت دے دی۔

شہادت کا جذبہ اور ولولہ صرف مردوں ہی تک محدود نہ تھا۔ بلکہ مستورات کے دلوں میں اس کی تڑپ اور تمنا تھی۔ چنانچہ جب غزوہ بدر پیش آیا تو حضرت ام ورقہؓ بنت عبد اللہ صحابیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شرکت کی اجازت مانگی کہ مریضوں اور زخمیوں کی تیمارداری کروں گی۔ ممکن ہے کہ اس سلسلہ میں اللہ تعالے شہادت سے نوازے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم گھر میں رہو۔ اللہ تعالے تم کو وہیں شہادت عطا فرمائے گا۔ (اللہ تعالے نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی مطلع فرما دیا) چونکہ قرآن پڑھی ہوئی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عورتوں کا امام بنا دیا۔ وہ عورتوں کی امامت کرتی رہیں۔ راتوں کو قرآن پڑھا کرتیں۔ (عورت کی اقتدا عورت کے پیچھے درست ہے)

انہوں نے ایک لونڈی یعنی باندی کو اور ایک غلام کو مدبر بنایا (یعنی اس شرط پر آزادی کا وعدہ کیا تھا کہ تم مرنے کے بعد آزاد ہو) ان بدبختوں نے اس رعایت سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہا چنانچہ رات کو ان کے گلے میں پھندا ڈال کر اس صحابیہ کا کام تمام کر دیا۔ یہ خلافت فاروقی کا واقعہ ہے۔ صبح کو حضرت فاروق اعظمؓ نے لوگوں سے پوچھا۔ آج خالہ کے پڑھنے کی آواز نہیں آئی۔ معلوم نہیں کیسی ہیں۔ مکان میں گئے تو دیکھا ایک چادر میں لپٹی پڑی ہیں۔ نہایت افسوس اور صدمہ ہوا۔ اور فرمایا خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا تھا۔ بعد ازاں غلام اور باندی دونوں گرفتار کرائے گئے۔ حضرت عمرؓ نے اُن دونوں کو سولی پر لٹکا دیا۔ (یہ دونوں پہلے مجرم ہیں۔ جن کو مدینہ منورہ میں سولی پر لٹکایا گیا)

بقیہ : عہد عثمانی میں اسلامی جہاد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کرائی اور شرکت فرمائی۔

۹- انہی غزوات کے نتیجے میں یزدجرد کسریٰ ذلیل و خوار ہو کر کتوں کی موت مرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے مطابق اس کا پیٹ چاک کیا گیا اور

قیصر کے اقتدار نے آخری ہچکی لی۔

حضورؐ کے ارشاد کے مطابق قیصر اور کسریٰ کے بعد کوئی قیصر اور کسریٰ نہ ہو سکا۔

۱۱- حضور کی پیشں گوئی کے مطابق قیصر و کسریٰ کے خزانے مسلمانوں کے قبضہ میں آئے اور امام عالی مقامؓ یا آپ کے گورنروں اور والیوں کے مبارک ہاتھوں سے مسلمانوں میں تقسیم ہوتے ۔

۱۲- دین حق کو مشرق و مغرب میں غلبہ و تمکن نصیب ہوا۔ رسول خدا کی پیشں گوئی لفظ بہ لفظ پوری ہوئیں اور اللہ نے اپنے حبیب پاکؐ سے دین کے اظہار و تسلط کے جو وعدے فرمائے تھے وہ امام عالی مقامؓ کے عہد میں ان امراء عساکر اور روسا افواج کے ذریعے پورے ہوتے

۱۳- ان مجاہدین کرام کا کردار اتنا بلند اور ان پر للہیت اتنی غالب ہے کہ دوران جہاد ساری ساری رات سجدہ و دعا میں گزار دیتے ہیں اور دن کو تلاوت قرآن میں مصروف و مشغول رہتے ہیں اور دامن صبر و ثبات ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔

انصاف

ان حقائق و واقعات کی موجودگی میں اہل انصاف فرمائیں کہ عہد عثمانی کا جہاد کیفیت میں عہد شیخینؓ کے جہاد کے برابر ہے یا نہیں؟ کیا ان غزوات کے شرکاء حضرات مجاہدین اور ان کے نامور امراء و افسران اخلاص و للہیت کے پیکر جمیل ہیں سراپا اخلاق و روحانیت ہیں یا معاذ اللہ غیر دینی سیاست کے ماہر امت مسلمہ کی اخلاقی و دینی قیادت کے لئے ناموزوں اور محض فاتح و ملک گیر؟

صاحبزادہ حمید اللہ

جہاد اور سپاہ کی تعداد

مسلمان جب اللہ کے دین کی سربلندی و سرفرازی اور احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لئے لڑتا ہے تو اس کا اعتماد اور بھروسہ صرف ذاتِ خداوندی پر ہوتا ہے نہ کہ فراوانی اسلحہ اور کثرتِ سپاہ پر۔ صرف جوشِ ایمانی اور جذبۂ جہاد اس کے دست و بازو ہیں۔ مسلمانوں کی قوت و طاقت کا سرچشمہ خداتعالیٰ کی ذاتِ اقدس پر ایمان و ایقان ہوتا ہے۔ اس کی نظر میں جنگی اور فوجی ساز و سامان آلاتِ حرب و ضرب اور تعدادِ سپاہ ضمنی اور ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔ جب وہ اپنے دین و مذہب ننگ و ناموس۔ جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کے لئے لڑتے ہیں۔ تو خدا تعالیٰ کی مدد ان کی یاوری کرتی ہے۔ فتح و ظفران کے قدم چومتے ہیں۔ اور کامیابی و کامرانی ان کی راہ میں آنکھیں بچھاتی ہیں۔

خدا تعالیٰ اپنے کلام اور قرآنِ مجید میں فرماتا ہے وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ " نہیں ہے فتح مگر اللہ کی جانب سے "

دوسری جگہ ارشاد ہے۔ اگر خدا تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا " آیات متذکرہ سے معلوم ہوا۔ کہ فتح و نصرت خدا کی طرف سے ہوتی ہے۔ فوج کی زیادتی کا اس میں کوئی دخل نہیں خداتعالیٰ قرآن مجید اور فرقان حمید میں فرماتا ہے۔ کہ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ اگر تم مومن ہو تو تم غالب ہو گے۔ دوسری جگہ فرمایا ہے ۔ فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ (پ ۶ ع ۱۲) تو اللہ کی جماعت ہی سب غالب ہے " تذکرۃ الصدر آیات مبارکہ سے واضح ہوا کہ فتح و نصرت کا دارومدار صدقِ دل اور خلوصِ نیت سے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اعمال صالحہ کا کرتے رہنا ہے۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جب تک مسلمان تعلیمات اسلامی پر مکمل طور پر عمل پیرا رہے۔ تو چار دانگ عالم میں اسلام کا ڈنکا بجتا رہا۔ ہر طرف دین حق کا بول بالا تھا۔ خلفائے راشدین صرف ابتدائی بیس[۲۰] سال کے قلیل عرصے میں مسلمانوں نے شام۔ عراق فلسطین مصر البیبا اور ایران کے وسیع و عریض خطوں کو کفر و طغیان کی تاریکیوں سے نکال کر نورِ اسلام کی ضیاپاشیوں سے منور و مستنیر کیا۔ مگر بعد میں جب رفتہ رفتہ مسلمان متابعت دین اور تتبع شریعت میں کمزوری دکھانے لگے۔ تو ان کی فتوحات کا دائرہ بھی بتدریج سمٹنا اور سکڑنا شروع ہوا۔ رب العزت قرآن مجید میں فرماتا ہے اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ج وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝

(پ ۱۰ الانفال۔ آیت ۶۵) اگر تم میں سے بیس[۲۰] آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے۔ تو دو سو پر غالب آجائیں گے اور تم میں سو ہوں گے۔ تو ہزاروں کافروں پر غالب آجائیں گے۔ اس لئے کہ وہ لوگ کچھ نہیں سمجھتے " یعنی مسلمان یہ پیش نظر رکھتے ہوئے لڑتا ہے کہ اسی کی تمام قربانیوں کا ثمرہ آخرت میں ضرور ملنے والا ہے۔ لیکن کافر حقیر اور فانی اغراض کے لئے بہائم کی طرح لڑتا ہے۔ اور قوتِ قلبی اور امدادِ غیبی سے محروم رہتا ہے۔

لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ مسلمان بالکل ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جائیں۔ جہاں تک ان سے ہوسکے۔ سامانِ جنگ مہیا کریں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتا ہے۔ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰہِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ج اَللّٰہُ يَعْلَمُهُمْ ۝ پ ۱۰ الانفال آیت ۶۰) اگر ان سے لڑنے کے لئے جو کچھ سپاہیانہ قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے جمع ہو کر رکھو سو بنا رکھو کہ اس سے اللہ کے دشمنوں پر اور ان کے سوا دوسروں پر جنہیں تم نہیں جانتے اللہ انہیں جانتا ہے۔ ہیبت پڑے۔

اب اس بات کے ثبوت میں کہ فتح کا دارومدار فوج کی کثرت اور جنگی ساز و سامان کی بہتری اور عمدگی پر نہیں ہوتا بلکہ جوشِ جہاد اور جذبہ ایمانی پر ہوتا ہے۔ تاریخ اسلام کے چند اہم واقعات اور جنگوں کا اجمالاً اور اختصاراً ذکر کرتا ہوں۔ کسی نے اس موقعے کے لئے کیا اچھا کہا ہے ؎

مومناں را تیغ با قرآں بس است　　　تربتِ ما را ہمیں ساماں بس است

اسلام اور کفر کا پہلا معرکہ جنگ بدر تھی جو ۱۷ رمضان المبارک ۲ھ کو بدر کے مقام پر ہوئی۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی تعداد تقریباً ایک ہزار تھی۔ مسلمانوں کا اسلحہ کم بوسیدہ اور ناکارہ تھا۔ جب کہ کفار پوری طرح سے مسلح تھے۔ یہی حال دیگر ساز و سامان کا تھا۔ مگر تائید ایزدی اور نصرت الٰہی نے مسلمانوں کی دستگیری کی۔ ستر مشرکین مقتول اور ستر اسیر ہوئے کفار کو تباہ کن اور ذلت آمیز شکست نصیب ہوئی۔ صحابہؓ میں سے صرف چودہ[۱۴] آدمی شہید ہوئے۔

حق اور باطل کی دوسری جنگ غزوۂ احد تھی جو چودہ شوال ۳ھ کو احد پہاڑ کے دامن میں لڑی گئی اس میں مسلمانوں کی تعداد سات سو اور کفار کی تعداد تین ہزار تھی۔ وہ بڑے ساز و سامان اور بڑے بلند ارادوں کے ساتھ آئے تھے۔ مگر جنگ کے شروع ہوتے ہی ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور وہ سراسیمگی کے عالم میں بھاگنے لگے۔ مگر چند تیر انداز صحابہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کے علی الرغم درّہ خالی چھوڑ دیا۔ جس کی وجہ سے مشرکین نے خالد بن ولید (جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) کی سرکردگی میں مشرکین نے پیچھے کی طرف سے چکر کاٹ کر درّے کی راہ سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ جو اس اچانک حملے کو نہ روک سکے۔ اور منہزم ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی شدید زخمی ہوئے۔ مگر تھوڑی ہی دیر کے بعد آپؐ کے پکارنے پر پھر صحابہؓ میدان میں ڈٹ گئے۔ اور کفار کو دوبارہ حملہ کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ اس جنگ میں ستر صحابہؓ شہید ہوئے۔ اور تینتیس[۳۳] کفار واصلِ جہنم ہوئے

۸ھ میں سریّہ موتہ پیش آیا۔ بصرہ کے والی شرجیل بن عمرو غسانی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی حضرت حارث بن عمر کو بے گناہ شہید کر دیا تھا۔ جس کا انتقام لینے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ کی زیر سرکردگی تین ہزار صحابہؓ پر مشتمل لشکر روانہ کیا۔ قیصر روم نے شرجیل کی امداد کے لئے فوج بھیجی۔ رومیوں اور شامیوں کی فوج دو لاکھ اور بقول بعض تین لاکھ تھی۔ شام کی سرحد پر موتہ کے مقام پر دونوں فوجوں کی مڈبھیڑ ہوئی معرکے کا رن پڑا۔ مسلمانوں کے تین سپہ سالار حضرت زید بن حارثہؓ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ یکے بعد دیگرے شہید ہوئے۔ پھر حضرت خالدؓ بن ولید نے علم سنبھالا۔ اللہ نے ان کے ہاتھ پر فتح عطا کی۔ کفار کی صفوں میں کھلبلی مچ گئی۔ انہیں شکست فاش ہوئی۔ اور وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ شام کی جنگوں میں ایک دفعہ تاریخ عالم کا حیرت خیز اور تعجب انگیز واقعہ بھی پیش آیا۔ کہ صرف اسّی مسلمانوں نے اسّی ہزار کافروں کو شکست دی اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت کے آخری سال اور حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کے آغاز کے دنوں میں جنگ یرموک میں واقع ہوئی۔ حضرت خالدؓ بن ولید کی سرکردگی میں چھتیس[۳۶] یا چالیس[۴۰] ہزار مسلمانوں نے تین لاکھ رومی سپاہ کا شام میں یرموک کے مقام پر ۱۳ھ میں مقابلہ کیا اور کفار کو عبرتناک شکست ہوئی۔ بہت سا مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا تین ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ اور دس ہزار ایک سو رومی موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں جنگ قادسیہ ہوئی۔ جو چار دن جاری رہی۔ اس میں مسلمانوں کی تعداد سات ہزار ایرانیوں کی تعداد ساٹھ ہزار تھی۔ آخر ایرانیوں کو شکست ہوئی۔ اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ بیشمار مالِ غنیمت ہاتھ آیا تقریباً پندرہ ہزار ایرانی مارے گئے۔ اور چھ ہزار مسلمان شہید ہوئے۔

بنی امیہ کے عہد میں اگرچہ خلافت کی بجائے ملوکیت قائم ہوئی۔ اور مسلمانوں میں پہلے جیسی پرہیزگاری اور تقویٰ شعاری باقی نہیں رہی۔ مگر پھر بھی اسلامی فتوحات کا دائرہ بہت پھیل گیا۔ ولید بن عبدالملک کے عہد خلافت میں حجاج بن یوسف کے سترہ سالہ بھتیجے اور داماد محمد بن قاسم نے ۹۲ھ مطابق ۷۱۱ء میں صرف بارہ ہزار فوج کی مدد سے سندھ پر حملہ کیا۔ مکران کو فتح کیا اور پھر . . . .

. . . . . راجہ داہر کی پچاس ہزار فوج کو شکست دی۔ پھر متعدد جنگوں کے بعد سندھ اور ملتان کے پورے علاقے پر قبضہ کر لیا۔ اسی طرح طارق بن زیاد نے بھی صرف بارہ ہزار فوج کی مدد سے ۹۳ھ مطابق ۷۱۲ء میں سپین پر حملہ کیا۔ سپین کا بادشاہ راڈرک ایک لاکھ فوج لے کر مقابلے پر آیا۔ وادیٔ لکہ کی جنگ میں طارق نے راڈرک کو شکست فاش دی۔ وہ خود غالباً دریا میں ڈوب مرا۔ اسی عہد میں قتیبہ بن مسلم ایک اور مسلم سپہ سالار نے ترکستان میں بہت سی فتوحات حاصل کیں۔ انہوں نے اپنی قلیل التعداد فوج کی مدد سے ترکوں کے بڑے بڑے لشکروں کا منہ پھیر دیا۔ اور بخارا اور سمرقند پر قبضہ کیا۔

بنی عباس کے عہد خلافت میں سلطنت اسلامیہ کی مرکزیت ختم ہو گئی۔ اور دنیا کی یہ سب سے زیادہ طاقتور سلطنت تشتت اور تفریق کا شکار ہو گئی۔ اس دور کے مسلمانوں میں غیر اسلامی اخلاق و افعال اور خیالات پھیل گئے تاہم اس زمانے میں بھی مسلمان تقریباً تمام جنگوں میں فاتح رہے۔ محمود غزنوی نے اپنے ۳۷ سالہ دور حکومت میں (۹۹۴ء تا ۱۰۳۱ء) ہندوستان پر سترہ حملے کئے۔ اور ہر بار کامیاب رہا۔ بسا اوقات اس کا مقابلہ شمالی ہند کے پچاسوں راجوں اور ان کی لاتعداد فوجوں سے ہوتا تھا۔ مگر فتح ہمیشہ اس کے قدم چومتی تھی۔ محمد غوری نے ۱۱۹۳ء میں تراوڑی کے میدان میں دہلی اور اجمیر کے راجہ پرتھوی راج کا مقابلہ کیا۔ پرتھوی راج کی پشت پر ہندوستان کے ڈیڑھ سو راجے اور مہاراجے تھے۔ اس کی فوج ایک لاکھ میں تھی۔ دوسری طرف محمد غوری کی فوج صرف چالیس ہزار تھی۔ مگر اسلامی غیرت و حمیت کفاران ہند پر غالب آئی۔ اور پرتھوی راج کی فوج نے شکست کھائی۔ پرتھوی راج گرفتار ہو کر قتل ہوا۔

۱۰۷۱ء میں سلاجقہ کے نامور سلطان الپ ارسلان سلجوقی نے پندرہ ہزار فوج کے ساتھ ایشیائے کوچک پر حملہ کیا۔ قیصر روم کی دو لاکھ فوج نے جس میں یونانی۔ روسی۔ مجارا اور بلغار۔ گرجستانی۔ مقدونی فرینک اور ارمنی وغیرہ تمام اقوام کے لشکر تھے الپ ارسلان کا مقابلہ کیا۔ ملاز گرد کی مشہور زمانہ جنگ میں قیصر کو شکست ہوئی۔ اور مسلمان فتحیاب رہے قیصر ڈیوگینیز رومنوس گرفتار ہوا۔ الپ ارسلان نے اس کے ساتھ بہت بہتر سلوک کیا۔ اور ایشیائے کوچک کا علاقہ لے کر رہا کر دیا۔ ۱۰۸۶ء میں مراکش کے نیک دل سلطان یوسف بن تاشفین نے مسلمانان اندلس کی درخواست پر۔ اور ان کی مدد کے لئے سپین کے ایک عیسائی بادشاہ الفانسو ششم پر حملہ کیا۔ الفانسو کی فوج ساٹھ ہزار سے زیادہ تھی۔ لیکن یوسف بن تاشفین کی فوج صرف بیس ہزار تھی زلاقہ کی مشہور جنگ میں الفانسو نے شکست کھائی اس کی تمام فوج۔ کو کاٹ دیا گیا۔ وہ خود زخمی ہو کر چند سپاہیوں کی معیت میں بھاگ نکلا۔

مصر و شام کے شیر دل سلطان اور مجاہد اسلام سلطان صلاح الدین ایوبی نے یروشلم کے عیسائی بادشاہ سے لڑ کر بزور شمشیر اس سے بیت المقدس چھینا جس پر ۱۰۹۹ء میں عیسائیوں نے قبضہ کیا تھا۔ یہ ۱۱۸۷ء کا واقعہ ہے۔ ۱۱۹۲ء میں بیت المقدس کو مسلمانوں سے واپس لینے کے لئے صلیبی جنگ کی تحریک ہوئی۔ جرمنی کے بادشاہ فریڈرک۔ فرانس کے بادشاہ فلپ آگسٹس (جو راستے میں غرق ہو گیا) اور انگلستان کے رچرڈ شیر دل کی سرکردگی اور سرداری کے میں صلیبوں کی لاکھوں والی فوج کے فلسطین پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوئی۔ صلاح الدین نے اس مور و ملخ جیسے لشکر کا بہادری اور پامردی سے مقابلہ تھا۔ آخر عیسائیوں کو صلح کرنے ہی بنی۔ اور وہ بیت المقدس کو حاصل نہ کر سکے۔

۱۲۶۰ء میں مصر کے مملوک سلطان قطوز کے ایک بہادر اور شجاع سپہ سالار ظاہر بیبرس نے ہلاکو خان کے لشکر کا مقابلہ کیا۔ تیس ہزار تاتاریوں کا یہ لشکر مغل سردار قطبوغا کی زیر سرکردگی شام پر حملہ آور ہوا ظاہر بیبرس نے اس لشکر کو عین جالوت کے مقام پر دندان شکن اور تباہ کن شکست دی۔ مغل بُری طرح مارے گئے۔ قطبوغا نے خود کشی کر لی۔ اس طرح مغرب کی طرف مغلوں کے بڑھتے ہوئے قدم رُک گئے ۱۴۵۳ء میں عثمانی اولوالعزم بادشاہ سلطان محمد نے قیصر روم کو شکست دے کر قسطنطنیہ پر قبضہ جمایا۔ قیصر کے استحکامات سخت اور فوج بڑی مضبوط اور اسلامی فوج سے زیادہ تھی ایک اور ترکی خلیفہ سلطان سلیمان اعظم نے یورپ میں تہلکہ مچا دیا تھا۔ اہلِ یورپ اس کے نام سے کانپتے اور تھراتے تھے۔ اس نے ہنگری کیخلاف لڑائیاں لڑ کر اسے اسلامی سلطنت میں شامل کر لیا۔ ہنگری کا بادشاہ لوئی لڑائی میں مارا گیا سلیمان اعظم کی بہادر اور دلیر ترک فوجیں دو مرتبہ آسٹریلیا کے صدر مقام وائنا کے دروازوں تک پہنچیں۔ سلیمان اعظم نے سرویا کو بھی جس کا صدر مقام بلغراد تھا۔ فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کیا۔ آسٹریلیا کا بادشاہ فرڈی نینڈ سالانہ تیس ہزار طلائی ڈیوکٹ بطور خراج دربار عثمانیہ میں بھیجتا تھا۔ یورپ کے مذکورہ بالا ممالک کے حکمران ایک دوسرے کے حلیف۔ ہمدرد اور اتحادی تھے۔ مگر مسلمانوں کے سیل رواں کے سامنے نہ ٹھہر سکے۔ اسی سلیمان کے وقت میں مشہور مسلمان امیر البحر خیر الدین بار بروسہ نے جرمنی کے طاقتور بادشاہ چارلس پنجم۔ پاپائے روم اور جمہوریہ وینس کے متحدہ بیڑے کو بحری لڑائی میں شکست دی۔ بعد میں سلیمان اعظم نے خیر الدین کو اپنا امیر البحر بنا لیا تھا۔

۱۴۸۰ء تک ماسکو نواب اردوئے زریں کی تیموری حکومت کے ماتحت رہے۔ اسی سال نواب آئیون سوم نے اپنی خود مختاری کا اعلان کیا ورنہ اس سے پہلے روس کے یہ حکمران تیموریوں کے باجگذار اور خراجدہ تھے۔ مگر وسط ایشیا کے مسلمان حکمرانوں کی ناچاتی۔ باہمی چپقلش اور مذہبی کمزوریوں کی وجہ سے انہوں نے اپنی خود مختاری کا اعلان کیا اٹھارویں اور انیسویں صدی تمام مسلمانوں کے زوال و انحطاط کا دور ہے۔ ان صدیوں میں ان پر نکبت و ادبار کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھی۔ اکثر مسلمان باہم دست و گریباں تھے۔ سیاسی لحاظ سے ان کی حالت ناگفتہ بہ اور دگرگوں تھی۔ مذہبی لحاظ سے بھی ان پر زوال آ گیا تھا۔ مگر ان صدیوں میں بھی جب کبھی مسلمانوں اور کفار کے درمیان معرکہ آزمائی ہوئی۔ عموماً مسلمان جیتتے رہے۔

۱۷۵۹ء میں ہندوستان کے مرہٹے تمام ہندوستان کو پامال کرنے اور مسلمانوں کی قوتوں کو ضعیف و مضمحل کرتے ہوئے اٹک کے مقام دریائے سندھ کے بائیں کنارے تک پہنچ گئے۔ اور پنجاب سے افغان گورنر کو نکال دیا۔ یہ دیکھ کر افغانستان کے مرد مجاہد احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان کی اسلامی حکومت کو جو کہ چراغ سحری بن چکی تھی بچانے اور ہندوستان کے مسلمانوں کو مرہٹوں کی چیرہ دستیوں سے نجات دلانے کے لئے ہندوستان کا رخ کیا۔ اس کی فوج باون ہزار تھی۔ جو بعد میں حافظ رحمت خان اور نجیب الدولہ وغیرہ کے شامل ہونے سے ساٹھ ہزار بن گئی۔ دوسری طرف سے مرہٹے بھی بڑے لاؤ لشکر اور تیاریوں کے ساتھ مقابلے کے لئے بڑھے۔ ان کی فوج تین لاکھ تھی۔ نیز ان کے پاس توپ خانہ بھی تھا۔ ۱۷۶۱ء میں پانی پت کے تاریخی میدان میں دونوں فوجوں کی لڑائی ہوئی۔ مسلمانوں کو خدا تعالیٰ نے فتح عطا کی۔ تقریباً دو لاکھ مرہٹے مارے گئے۔ اور تیس ہزار قید ہوئے۔ پیشوا کا لڑکا بسواس راؤ اور سدا شیو راؤ بھاؤ سپہ سالار بھی تہ تیغ کئے گئے۔

میسور کے حیدر علی نے میسور کی پہلی اور دوسری جنگ میں انگریزوں کی تربیت یافتہ افواج کو پے در پے شکستیں دیں۔ ٹیپو نے بھی انہیں شکستیں دیں ۱۸۳۱ء میں سید احمد شہید بریلوی نے سکھوں کی بہت بڑی فوجوں کو مسلسل شکستیں دیکر پشاور پر

(باقی صفحہ ۱۰ پر)

حضرت مولانا سید حامد میاں شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور

جہاد کی قسمیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی صَحَابَتِہِمْ وَاٰلِہِمْ وَمَنِ اتَّبَعَہُمْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اٰمِیْن۔ اَمَّا بَعْدُ!

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں دولتِ ایمان بخشی اور اپنی راہ میں جہاد کی قوت عطا فرمائی۔ نیز توفیق بخشی کہ عساکرِ اسلامیہ نے کفار کا کماحقہٗ مقابلہ کیا اور فریضۂ جہاد ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ افواجِ اسلامیہ کی اس عظیم عبادت کو قبول فرمائے ـــــ اور جو اس راہ میں شہید ہو چکے ہیں انہیں اپنی بارگاہ میں مقامِ عالی نصیب فرمائے ـــــ اور ان کے پسماندگان کو صبر و اجر اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

دراصل انسان کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کے بعد سب سے بڑی قیمتی چیز جو عطا فرمائی ہے وہ خود اس کا وجود ہے۔ اس لئے اس وجود کو ختم کرنا خدا کی نعمت کا انکار ہے اور حرام ہے۔ اسی لئے کسی انسان کو یہ حق نہیں کہ وہ دوسرے کو قتل کرے بلکہ یہ بھی حق نہیں کہ وہ خود اپنے آپ کو مارے اور خودکشی کر سکے۔ البتہ یہ جان اللہ کی پیدا کردہ ہے تو اس کے لئے جان دینی اور جان لینی جائز ہے بلکہ بعض اوقات واجب بھی ہو جاتی ہے اور اس سے بڑھ کر فرض بھی ہو جاتی ہے۔ بس خدا کے لئے جان لینا اور قربان کرنا اسی کا نام جہاد ہے ـــــ یا پھر اپنے مال، جان اور عزت کی خاطر بھی جان لینی اور دینی شریعت نے جائز قرار دی ہے ـــــ حدیث شریف میں آیا ہے۔ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِہٖ فَہُوَ شَہِیْدٌ۔ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ عِرْضِہٖ فَہُوَ شَہِیْدٌ ـــــ جیسے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بات میں اپنی بے عزتی سمجھی کہ یزید کے لئے بیعت قبول کریں وہ فرماتے رہے کہ مجھے یزید کے پاس لے چلو یا مجھے واپس جانے دو یا مملکتِ اسلامیہ کی سرحد پر جانے دو۔ (کہ میں آبادی سے دور ہو جاؤں اور جہاد ہو تو جہاد کر سکوں) لیکن بدمقابل عبیداللہ بن زیاد نے ایک بھی بات نہ مانی اور کہا کہ پہلے آپ بیعت ہوں پھر دیکھا جائے گا۔ آپ کی عزتِ نفس اس بات پر آمادہ نہ ہوئی۔ اسی بنا پر قتال کی نوبت آئی اور آپ نے مع اپنے بہتر ساتھیوں کے جامِ شہادت نوش کیا۔ آپ کا مدینہ منورہ سے سفر کرنا صحیح اسلامی حکومت کے قیام کی نیت سے تھا اور شہادت کے وقت جو بات وجہِ شہادت بنی وہ عزتِ نفس تھی۔

۲۔ حدیث شریف میں ارشاد ہے۔ فرمایا گیا کہ حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ "وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے" اور اپنا وطن اپنی چیز ہے۔ اس لئے وطن سے دوسروں کو نکالنے کے لئے جو کوشش کی جائے وہ سب جہاد ہے۔ ۱۸۵۷ء سے جو علماء کرام اور عوام انگریزی حکومت کے خلاف جد و جہد کرتے رہے ـــــ جلاوطن ہوئے شہید کئے گئے اور قید و بند کی صعوبتیں اختیار کیں وہ سب اسی قبیل سے ہیں ـــــ اسی طرح مقبوضہ کشمیر میں ہمارے کشمیری بھائی جو جد و جہد کر رہے ہیں وہ بھی سب جہاد ہے اور جو مسلمان اس میں کام آ رہے ہیں وہ سب شہید ہیں۔

۳۔ اگر جہاد سے مقصود تبلیغ دین اعلاءِ کلمۃ اللہ یعنی اللہ کے دین کی سربلندی یا دارالمسلمین مسلمانوں کی حکومت کی حفاظت ہو تو وہ ان سب قسموں سے اعلیٰ مقام رکھتا ہے اور خدا کا شکر ہے کہ ہماری قربانیاں جو اس وقت دی جا رہی ہیں وہ سب اس اعلیٰ قسم میں داخل ہیں۔ اس قسم کا جہاد نصیب ہونا قسمت ہی کی بات ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم حق پر ہیں حق کے لئے لڑ رہے ہیں اور ہمارا جہاد افضل الجہاد ہے۔

ہماری اس سعادت کا سہرا دراصل ہمارے محبوب قائد فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کے سر ہے ان کی جنگی صلاحیتوں کے ساتھ ان کا تدبر، بیدار مغزی، موقع شناسی اور باریک بینی نے ہماری افواج، عوام اور ملک کی وہ صلاحیتیں اجاگر کی ہیں جو خود ہم سے بھی پوشیدہ تھیں اور ہمارے ملک کو ان ہی کی بدولت دوسرے سب ممالک میں تاجِ عزت نصیب ہوا ہے۔ مسئلہ کشمیر کا احیاء ہو گیا اور پاکستان کی عظمت دنیا پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہو گئی۔

جو کچھ اب تک ہوا وہ ایسا ہوا کہ اس سے بہتر نہیں ہو سکتا یہ انسانی طاقت کی بات نہیں ہے بلکہ یہ محض اللہ کا فضل ہے۔ اور جیسا کہ صدرِ مملکت نے اکتوبر ۱۹۶۵ء کی ماہانہ نشری تقریر میں کہا تھا "کہ ہمیں ایک لمحہ کے لئے بھی خدا کے شکر سے غافل نہ ہونا چاہئے"۔ اور نومبر کی تقریر میں فرمایا "اتحاد و ایمان سب سے بڑی قوت ہے" ـــــ واقعی یہی چیز سب سے قیمتی چیز ہے ـــــ صدرِ مملکت اور ہر مسلمان کا سب سے بڑا سرمایہ ہے۔ اور صرف یہی اس عظیم کامیابی کا راز ہے۔ ہمیں خدا کی ذات سے امید ہے کہ وہ ہمیں مزید کامیابیاں اور عزت دے گا۔

کیا جہاد صرف اسلام ہی کا نظریہ ہے؟

ایک مسلمان کے دل میں یہ خیال آ سکتا ہے کہ جہاد کی فضیلت کا عقیدہ صرف اسلام کا بتلایا ہوا ہے یا اور مذہبوں میں بھی ہے۔ اس لئے باری تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے کہ یہ ہمارا وہ وعدہ ہے جو پچھلے انبیاء نے بھی بتلایا تھا۔ ہم نے تورات و انجیل میں نازل کیا ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَہُمْ وَاَمْوَالَہُمْ بِاَنَّ لَہُمُ الْجَنَّۃَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا فِی التَّوْرٰۃِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ وَمَنْ اَوْفٰی بِعَہْدِہٖ مِنَ اللّٰہِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِہٖ وَذٰلِکَ ہُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۔

(پ ۱۱۔ رکوع ۳۔ سورۃ توبہ۔ رکوع ۱۴)

ترجمہ: اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے۔ لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں پھر مارتے ہیں اور مرتے ہیں۔ وعدہ ہو چکا اس کے ذمہ پر سچا۔ توریت اور انجیل اور قرآن میں۔ اور کون ہے قول کا پورا اللہ سے زیادہ۔ سو خوشیاں کرو اس معاملہ پر جو تم نے کیا ہے اس سے اور یہی ہے بڑی کامیابی۔

لہٰذا یہی عقیدہ یہودیوں کا ہے۔ اور یہی عیسائیوں کا۔ البتہ ان کے پاس اصل کتابیں نہیں رہیں۔ یہ لوگ کتابوں میں خود ردّ و بدل کرتے رہتے ہیں۔ مگر ان کے پاس کچھ نہ کچھ خاکہ ضرور ہے ـــــ رہے وہ مذہب جن کے انبیاء کا پتہ نہیں چلتا اور نہ ہی ان کے پاس انبیاء کی کتابیں رہیں اور نہ کتابوں کا کوئی خاکہ ہی رہا وہ بُت پرستی، پتھر اور آگ کی پوجا میں پڑ گئے جیسے ہندو، بدھ وغیرہ۔ تو انکا صرف اتنا عقیدہ رہ گیا کہ انسان

کی روح فنا نہیں ہوتی کسی اور شکل میں لوٹ کر آجاتی ہے گویا اللہ تعالیٰ نے جو عالم غیب کی باتیں انبیاء کرام کی زبانی ہمیں سمجھائی تھیں وہ ان کے پاس سے ضائع ہوگئیں۔ اور ان کے وضع کئے ہوئے فرضی اعتقادات رہ گئے۔

ایک سفر میں ایک ہندو سے میری بات ہوئی میں نے کہا کہ اگر روحیں ہی لوٹ کر پھر آجاتی ہیں تو آبادی کیوں بڑھ رہی ہے۔ آبادی پہلے جتنی ہی رہنی چاہیئے۔ وہ اس کا جواب نہ دے سکا تو میں نے موت کے بعد کا اسلامی عقیدہ سنایا وہ کہنے لگا کہ یہ بات بہت ٹھیک ہے اور اسلام ہی مذہبوں میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ مذہب کی شکل ہے۔

ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتلایا کہ جو خدا کی راہ میں مارا جاتا ہے وہ شہید ہے اور وہ ایسے ہی ہے جیسے زندہ ہو اور اسے بلند درجات عطا ہوتے ہیں۔ اسے زندہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کی روح کو اجازت ہوتی ہے کہ وہ جنت میں جا سکے کھا پی سکے اور عرش الٰہی کے سایہ میں رہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ (پ ۴ ع ۸)

ترجمہ: اور ہرگز مت سمجھو ان لوگوں کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں' مردے۔ بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس کھاتے پیتے۔ خوشی کرتے ہیں اُس پر جو دیا ان کو اللہ نے اپنے فضل سے۔ اور خوش وقت ہوتے ہیں ان کی طرف سے جو ابھی تک نہیں پہنچے ان کے پاس اُن کے پیچھے سے اس واسطے کہ نہ ڈر ہے ان پر اور نہ اُن کو غم۔ خوش وقت ہوتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس بات سے کہ اللہ ضائع نہیں کرتا مزدوری ایمان والوں کی۔

● اس آیت مبارکہ میں بتلایا گیا ہے کہ خدا کی راہ میں شہید ہونے والے کو مردہ نہ سمجھو جیسے کہ عام مسلمان ہوتے ہیں کہ ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ انہیں نیند کی سی کیفیت دے دی جاتی ہے۔ اور وقت گذرنے کا جیسے نیند میں پتہ نہیں چلتا ویسے ہی انہیں قیامت تک کے وقت کا پتہ نہ چلے گا۔ بلکہ شہداء کی حالت انبیاء اور صدیقین کی طرح ہے اور عام مومنین سے مختلف ہے انہیں وقت وغیرہ کا اندازہ رہتا ہے۔

۲۔ دوسری بات یہ بتلائی گئی ہے کہ انہیں رزق عنایت ہوتا ہے۔ صحاح ستہ کی کتاب ترمذی شریف میں حضرت کعب بن مالک سے روایت ہے کہ شہداء کی ارواح ایک سبز پرندہ میں ہوتی ہے جنت کا پھل کھاتی ہے۔ (ترمذی شریف ج ۱ صفحہ ۱۹۱)

کیونکہ انسان کا اصلی جسم قیامت سے پہلے جنت میں نہیں جائے گا۔ اس لئے قیامت تک کے لئے ایک عارضی جسم عنایت کر دیا جاتا ہے جس سے جنت میں داخل ہو جائے اور سب سے زیادہ آسانی اُڑنے والے جسم میں رہتی ہے۔ اس لئے وہی عنایت کیا جاتا ہے۔

۳۔ تیسری بات یہ بتلائی گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے انعامات پر خوش ہوتے ہیں۔ اور جو لوگ اب تک نہیں آئے انہیں یہ شہید خوشخبری پہنچانی چاہتے ہیں کہ ہمیں دو عظیم ترین نعمتیں حاصل ہیں۔

● ایک یہ کہ ہم بالکل بے خوف ہیں۔

● دوسرے یہ کہ ہمیں کوئی حزن وملال نہیں۔

آپ یہ سمجھیں کہ خوف کا تعلق آئندہ سے ہوا کرتا ہے کہ آدمی آئندہ کسی بری چیز کے پیش آنے سے ڈرتا ہے اور حزن وملال گذشتہ چیزوں پر ہوا کرتا ہے کہ کیا اچھا ہوتا کہ یوں ہو گیا ہوتا۔ شہیدوں کو نہ تو قیامت اور اس کے بعد پیش آنے والے امور کا غم ہوتا ہے اور نہ ہی گذشتہ پر ملال ہوتا ہے کہ ہم نے یہ کیوں نہ کیا۔

۴۔ چوتھی بات یہ بتلائی گئی کہ وہ اللہ کی نعمتوں اور اس کے فضل کی خوشخبری بھی اپنے مسلمان بھائیوں کو پہنچانی چاہتے ہیں۔ نعمتوں سے مراد اللہ کی وہ نعمتیں ہیں جو انہیں حاصل ہیں اور فضل سے وہ نعمتیں مراد ہیں جو آگے کو حاصل ہونے والی دولتیں ہیں جن کی کوئی انتہا ہی نہیں۔ یہ شہداء ان دونوں باتوں کی خوشخبری بھی دیتے ہیں (فضل کے معنی ہیں زائد۔ اور اللہ کی طرف سے زائد ملنے کی حد نہیں ہے۔)

دراصل اسلام نے زندگی' موت اور موت کے بعد کی تمام چیزیں جس طرح بیان کی تھیں۔ وہ بعینہ آج تک محفوظ ہیں اور سب مسلمانوں کا عقیدہ ہیں۔ یہی وہ سب سے بڑی چیز ہے جو ایک مسلمان کی دلیری اور غیر مسلم کی بزدلی کا موجب ہے۔ بلکہ اس چیز نے مسلمان کے لئے موت کو محبوب بنا دیا ہے۔

ایک بدوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ ایمان قبول کیا اور ساتھ رہنے لگے۔ پھر عرض کیا کہ میں آپ کے ساتھ چلنا اور ہجرت کرنا چاہتا ہوں۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنے کسی صحابی کو ہدایت فرمائی کہ ان کا خیال رکھیں۔ جب جنگ ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت تقسیم فرمایا تو وہ غیر موجود تھے اس لئے اُن کا حصہ ان کے ساتھیوں کو دے دیا۔ (آپ کی عادت طیبہ یہی تھی کہ جو موجود نہ ہوتا تھا اس کا خیال رکھا کرتے تھے۔) جب یہ بدوی اپنے ساتھیوں کے پاس آئے تو انہوں نے ان کا حصہ انہیں دیا۔ پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ ساتھیوں نے جواب دیا کہ وہ حصہ ہے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے لئے رکھا ہے۔ وہ یہ سامان لے کر رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ یہ میں نے تمہارا حصہ لگایا ہے۔ یہ صحابی عرض کرنے لگے کہ میں جناب کے ساتھ اس لئے نہیں رہ رہا ہوں۔ بلکہ میں تو اس لئے ساتھ رہتا ہوں کہ میرے اس جگہ (اپنے حلق کی طرف اشارہ کر کے کہا) تیر لگے اور میں شہید ہو کر جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے یہ بات سچے دل سے کہہ رہے ہو تو اللہ تعالیٰ اسے سچ کر دکھائے گا۔ تھوڑے ہی دنوں بعد لڑائی ہوئی تو صحابہ کرام ان صحابی کو اٹھائے ہوئے لائے اُن کے عین اسی جگہ تیر لگا تھا جہاں انہوں نے اشارہ کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا یہ وہی ہے؟ عرض کیا گیا کہ وہی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے سچی بات کہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے سچا کر دکھایا۔ پھر رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے مبارک جبہ میں انہیں کفن دیا۔ پھر آگے لٹا کر نماز جنازہ پڑھی۔ صحابہ کرام نے جو دعا آپ کی زبان مبارک سے سنی اُس میں یہ کلمات بھی تھے ـــ کہ اے اللہ! تیرا یہ بندہ تیری راہ میں جہاد کے لئے نکلا اور شہید ہوا میں اس کا گواہ ہوں۔ (نسائی، طحاوی، آثار السنن صفحہ ۱۳۳ ج ۲)

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اخلاص میں صحابہؓ کا کوئی ہمسر نہ تھا وہ اس درجہ پاکیزہ باطن اور آخرت سے لگاؤ رکھنے والے تھے کہ اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ البتہ ان کی اقتداء اور ان کی پیروی کی جا سکتی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلائے۔

حضرت عمرو جو احد میں شہید ہوئے تھے۔ اور حضرت جابر کے والد حضرت عبداللہ کے ساتھ دفن کئے گئے تھے وہ اپنے قبیلہ کے سردار تھے۔ ان کے چار لڑکے شیر سے تھے انہوں نے اپنے والد کو جہاد میں شریک ہونے سے منع کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا کہ تم پر جہاد ضروری نہیں (کیونکہ وہ ایک ٹانگ سے معذور تھے) حضرت عمرو نے عرض کیا کہ مجھے یہ بتلائیے کہ اگر میں خدا کی راہ میں جہاد کروں حتیٰ کہ شہید ہو جاؤں تو کیا میں جنت میں اپنی اس لنگڑاتی ہوئی ٹانگ سے جا سکوں گا۔ آپ نے فرمایا "ہاں" پھر آپ نے

ان کے بیٹوں سے فرمایا کہ انہیں منع نہ کرو۔ بالآخر وہ جنگ میں شریک ہوئے اور شہید ہوئے پھر اللہ تعالےٰ نے انہیں اور حضرت جابرؓ کے والد ماجد حضرت عبداللہ کو یہ اعزاز عطا فرمایا۔ کہ اُن کے جسم بھی وفات کے بعد صحیح و سالم رہے۔ (مختصر از شرح موطاء ص ۱۰۸-۱۰۹)

حدیث شریف میں آتا ہے کہ پھر ایک دن حضرت جابرؓ سے آنحضرت نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے والد کو اللہ تعالیٰ نے بلا حجاب شرف ہمکلامی بخشا۔ اور فرمایا کہ مجھ سے مانگ میں دوں گا۔ (ترمذی)

ان حضرات کی نظر میں آخرت کی طرف اتنی زیادہ تھیں کہ ان میں سے بہتوں نے زخمی ہونے کی حالت میں پانی بھی نہیں پیا اور وفات پا گئے جس کی ایک وجہ یہ تھی کہ ہر ایک نے ایثار کیا۔ اور یہ چاہا کہ میرے بجائے میرا دوسرا بھائی پی لے اور دوسری بات یہ تھی کہ وہ اپنے لئے بلند درجہ کے طالب تھے۔ کیونکہ وہ شہید زیادہ درجہ رکھتا ہے جو زخمی ہونے کے بعد معرکہ ہی میں شہید ہو جائے وہاں سے اُسے اٹھایا بھی نہ جا سکے اور نہ ہی اس کی تیمارداری یا مرہم پٹی ہو سکے

فتح القدیر ص ۱۰۱ ج ۱۔ میں بیہقی سے روایت ہے کہ "یرموک کے دن ابو جہم اپنے چچا زاد بھائی کو زخمیوں میں تلاش کرنے کے لئے نکلے ان کے پاس پانی پلانے کے لئے مشکیزہ تھا۔ وہ سوچتے تھے کہ اگر بھائی زندہ مل گیا تو اسے پانی پلا دونگا اور منہ دھو دوں گا۔ اسے بہت زخمی حالت میں پایا تو اس نے پوچھا پانی پلاؤں اُس نے اشارہ کیا کہ ہاں۔ اتنے میں دوسرے زخمی کی کراہ آئی۔ بھائی نے اشارہ سے کہا۔ اس کے پاس جاؤ۔ میں نے جا کر دیکھا تو وہ ہشام بن العاصؓ تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ پانی دوں کہ ایک اور زخمی کی کراہ آئی ہشام نے اشارہ کیا کہ اسے پانی پلاؤ۔ میں اسے پانی دینے کے لئے بڑھا تو دیکھا کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ میں ہشام کے پاس لوٹ کر آیا تو ان کی بھی وفات ہو چکی تھی۔ میں اپنے چچا زاد بھائی کے پاس واپس آیا تو وہ بھی وفات پا چکے تھے۔

اسی قسم کا واقعہ بیہقی اور طبرانی نے حارث بن ہشام، عکرمہ ابن ابی جہل اور عیاش بن ربیعہ کے بارے میں بھی لکھا ہے۔

صحیح بات تو یہ ہے کہ ایسے لوگ کہ جن کا خدا سے ایسا تعلق ہو کبھی ناکام نہیں ہو سکتے۔

۱۳ھ ہجری میں "اجنادین" اور "یرموک" کے موقع پر کہ جہاں مسلمانوں کی تعداد چالیس ہزار اور کفار کی تعداد تعداد دو لاکھ بیس ہزار تھی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو تحریر فرمایا تھا۔

"تم اللہ کے دین کے حامی و مددگار رہو۔ اور جو اللہ کے دین کی مدد کرتا ہے اللہ اُس کی مدد فرماتا ہے۔ اور جو کفر کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اسے چھوڑ دیتا ہے اور رسوا کرتا ہے اور تم جیسے لوگ کمی کی وجہ ہرگز مغلوب نہیں ہو سکتے۔ ہاں گناہوں کی وجہ سے مغلوب ہو سکتے ہیں لہذا گناہوں سے بچو اور ہر افسر اپنے ماتحتوں کی امامت کرے اور نماز پڑھتا رہے۔ (البدایہ والنہایہ ص ۶ ج ۷)

اس کے بعد ۲۱ھ ہجری میں نہاوند کا معرکہ ہوا جسے مسلمانوں نے "فتح الفتوح" کا نام دیا۔ سردار لشکر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بنائے گئے۔ اس موقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو حکمنامہ بھیجا اُس میں تحریر فرمایا۔ کہ "افسران سپاہ کے ساتھ حسن سلوک کریں" اور تحریر فرمایا کہ "اللہ سے مدد چاہتے رہو اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ (جو طاقت ہے وہ صرف اللہ ہی کی ہے اور اس کی طرف سے ہے) کثرت سے پڑھتے رہو۔" (البدایہ ص ۱۰۱ ج ۷)

ان دونوں معرکوں میں خداوند قدوس نے عظیم کامیابی نصیب فرمائی۔ اور دشمن طاقتیں آخر کار فنا ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دین پر استقامت بخشے۔ ان کے نقش قدم پر چلائے اور ہمارے لئے ہر قسم کی فتوحات کے دروازے کھول دے آمین یا اللہ العالمین!

صلّی اللہ علیہ وسلّم

محمود احمد عارف ہوشیارپوری

اسم محمّد برکت برکت صلّی اللہ علیہ وسلّم

ذکرِ محمّد رحمت رحمت صلّی اللہ علیہ وسلّم

خُلقِ عظیم کے مظہرِ کامل اللہ کے قرآن کے حامل

خَلق خدا پر شفقت شفقت صلّی اللہ علیہ وسلّم

ذات وہ ایسی احسن و اجمل کوئی نہیں ہے جس سے افضل

فرقِ مقدّس عظمت عظمت صلّی اللہ علیہ وسلّم

اصلِ نبوّت، بحرِ حقیقت، روحِ رسالت، جانِ بصیرت

ختمِ نبوّت اُن کی نبوّت صلّی اللہ علیہ وسلّم

جانتے ہیں اربابِ بصیرت، مانتے ہیں سب اہلِ حقیقت

قُربِ خدا ہے قُربِ رسالت صلّی اللہ علیہ وسلّم

نبیوںؑ کے سردار وہی ہیں، حق کا اک معیار وہی ہیں

حق کی اطاعت، اُن کی اطاعت صلّی اللہ علیہ وسلّم

دَر سے میں منسوب ہوں تیرے لاج تو رکھنا آقا میرے

میرا سہارا تیری شفاعت صلّی اللہ علیہ وسلّم

ڈال کے تیرا طوقِ غلامی شاد نہ کیوں ہو عارفؔ نامی

تیری غلامی عزّت عزّت صلّی اللہ علیہ وسلّم

طالب ہے گر حق کی رضا کا ذکر تو کر محبوبِ خدا کا

عارفؔ کر یہ وِرد بکثرت صلّی اللہ علیہ وسلّم

حضرت مولانا قاضی محمد زاهد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں

منعقدہ ۲۶ ستمبر ۱۹۶۵ء
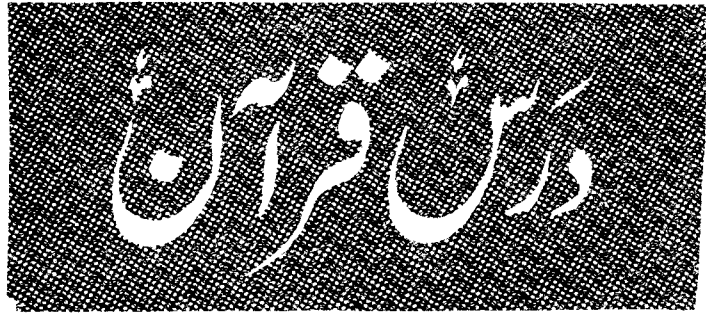
محمد عثمان بی اے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہٗ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ط بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَیُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَیِّبَةً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ط ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ ط وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ (از آیت ۱۰ تا ۱۲)

یہ آیات سورہ الصف کی ہیں جس میں جہاد کے متعلق کئی احکام ہیں اور مسلمانوں کا طرۂ امتیاز بتایا گیا ہے۔ یہود اور نصاریٰ کے ساتھ تقابل، ان پر فتح کے اسباب اور بشارات وغیرہا کئی امور اس سورۃ میں مذکور ہیں۔ جن کی تفسیر اور تفصیل کے لئے کافی وقت درکار ہے۔ مگر تلاوت کردہ آیات کا ترجمہ اور ضروری تفسیر پیش کی جاتی ہے۔

ارشاد فرمایا۔ اے ایمان والو! میری بات کو ماننے کا دعویٰ کرنے والو۔ اے مسلمانو! تم تو میری راہ نمائی کے ہر وقت محتاج رہتے ہو تمہارا وظیفہ تو یہ رہتا ہے وَهَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ط اگر تم پسند کرو اور ضرور پسند کرو گے اس لئے کہ تم تو مسلمان ہو اور مسلمان کی نشانی یہ ہے کہ جب وہ کسی آیت کو سنتا ہے۔ میری طرف سے نازل ہونے والی وحی اس تک پہنچتی ہے تو اس کا دل تنگ نہیں ہوتا بلکہ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا ط اس لئے تم میری بات کو ضرور پسند کرو گے اس لئے سن لو! اس کارگاہ عالم میں تم سب سوداگری کرتے ہو شب و روز اسی دھن میں رہتے ہو کہ انسانی ضروریات پوری طرح حاصل کر سکیں۔ یہ عارضی زندگی آرام سے کٹے۔ اور یہ سوداگری تمہاری روزانہ صبح سے شام تک جاری رہتی ہے۔ جیسا کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ کل الناس یغدو فبایع نفسہ،

ہر انسان صبح ہوتے ہی تجارت شروع کر دیتا ہے بظاہر وہ کسی مال کی تجارت کرتا ہے مگر درحقیقت وہ تو اپنی زندگی بیچتا ہے مگر وہ سودا کرتے وقت کبھی کبھی اس قدر غلطی کر جاتا ہے کہ اپنی جان جیسی عزیز متاع کو کھوٹے سکے اور گلی سڑی چیزوں کے عوض بیچ ڈالتا ہے۔ اس لئے وہ اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالتا ہے۔ فموبقھا اور اگر وہ سوچ سمجھ سے کام لے، میری دی ہوئی زندگی میری ہی ہدایت پر بیچے تو اس میں سراسر فائدہ اور نفع ہی ہے او معتقھا آؤ آج میں تم کو ایک ایسی تجارت اور سوداگری بتاؤں جو تم کو دردناک عذاب سے نجات بخشے۔ اس کے لئے چند آداب اور شروط ہیں جیسا کہ ہر تجارت کے شروط اور آداب ہوتے ہیں۔ وہ شرط یہ ہے کہ:۔

اللہ پر یقین رکھو۔ جس بات کا تم نے زبان سے اقرار کیا ہے اس کو دل کی گہرائی سے تسلیم کرو اور یہ بات ظاہر ہے کہ اللہ کی باتیں۔ اللہ کی رضا۔ اللہ کی خوشنودی تم اس وقت تک نہیں سمجھ سکتے جب تک کہ اس کے فرستادہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہ مانو۔ کہ آپ کو اسی لئے تو بھیجا گیا ہے۔ جو تجارت تم کرنا چاہتے ہو وہ ان ہی کی تعلیم کی روشنی میں سمجھ سکو گے جیسا کہ اسی سورۃ میں ان آیات سے پہلی آیت میں موجود ہے۔ جب تم نے صدق دل سے اللہ اور اس کے رسولؐ کی بات مان لی تو سن رکھو وہ تجارت کون سی تجارت ہے۔ تم نے اس تجارت کو آٹا۔ دال کی تجارت سمجھا۔ زمین سے نکلی ہوئی دھاتوں کا حصول سمجھا۔ حالانکہ تمہاری یہ سوداگری تو اس قدر عظیم ہے کہ تمہارے خالق اور مالک حقیقی عز اسمہ وجل جلالہ خود اُس زندگی اور حیات کا خریدار ہے جو اسی کا عطیہ ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَمْوَالَهُمْ وَاَنْفُسَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ط

اسی سلسلہ تجارت کا دوسرا نام جہاد ہے جس کو یہاں ارشاد فرمایا۔ اللہ اور رسول پر ایمان لانے کے بعد تم میں ایک انقلاب پیدا ہونا ضروری ہے اور اس انقلاب کا اولین نتیجہ یہ ہو کہ تم کو اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی اور رضامندی ہر چیز سے مقدم اور بہتر محسوس ہونے لگے۔ آخر تم مسلمان ہو کیا تم ان جادوگروں

سے بھی کمزور ہو جو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مقابلہ کرنے آئے مگر اسلام اور ایمان کی دولت سے حقیقتہً مالا مال ہو گئے۔ اس ایمان اور یقین کا اولین اثر جو ان میں نمودار ہوا وہ کیا تھا؟ جب فرعون نے ان کو دھمکی دی کہ میں تم کو صلیب لگا کر ہمیشہ کے لئے ختم کر ڈالونگا اور انہوں نے جواب دیا کہ:۔

خدا کے دشمن تو اسلام اور ایمان کی لذت کو کیا جانے؟ یہ تو ہم سے پوچھ کہ مئے توحید کا پیالہ نوش کرنے کے بعد ہمارے نشہ کی کیفیت کیا ہے؟ غور سے سن لے تیرے دستِ اختیار میں ہماری جو سب سے بڑی سزا ہے وہ یہی تو ہے کہ تو ہم کو اس دنیا سے ختم کر ڈالے گا تیرے نزدیک موت کوئی خطرناک اور ڈرانے والی چیز ہو سکتی ہے مگر ہمارے ہاں تو یہ ہے کہ:۔

اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا اِنَّا اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِیَغْفِرَ لَنَا خَطٰیٰنَا۔ ہم تو اب زندہ رہنے کے لئے ایمان نہیں لائے بلکہ اب تو زندگی اسی کے نام پر مٹیگی اور اسی کے نام پر کٹیگی جو اس کا خالق ہے، ہمارا سب سے بڑا مدعا تو یہ ہے کہ ہماری غلطیوں کو معاف کر دیا جائے۔ اس شہادت کے پیش کرنے سے مقصد یہ ہے کہ ایمانِ صادق کا پہلا اثر مسلمان پر یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی زندگی جیسی محبوب چیز کو اپنے آقا اور مولیٰ کے نام پر نثار کر دینا سب سے بڑی سعادت سمجھتا ہے۔

جب یہ بات ہے تو اے مسلمانوں تم کو لازم ہے کہ اس دعویٰ ایمانی کی تصدیق کرتے ہوئے اپنے اموال کو اور اپنی جانوں کو جہاد فی سبیل اللہ پر لگا دو۔ علماء کرام نے یہاں ایک نکتہ بیان فرمایا ہے کہ قرآن حکیم میں عمومی طور پر جہاں جہاں جہاد کا حکم دیا ہے وہاں جہاد مالی کو جہاد بالنفس پر مقدم فرمایا ہے۔ اس میں نکتہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی نظروں میں اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز انسان کا مال ہے۔ انسان مال کے حصول کے لئے رات دن مصروف عمل رہتا ہے۔ آخر آج ہمارے مزدور بھائی کانوں میں کام کرتے ہیں۔ سرنگیں لگا کر نمک اور کوئلہ نکالتے ہیں۔ سمندروں کی تہ میں پہنچ کر ہر خطرے کا مقابلہ کرتے ہوئے سر دھڑ کی بازی اسی لئے تو لگاتے ہیں کہ ان کو مال مل جائے دولت حاصل ہو۔ پہروں بھوک پیاس برداشت کرتے ہیں۔ بلکہ ہمارے دیہاتی محاورے میں تو ہمارے زمیندار بھائی رات کو اپنی چارپائی اس جگہ بچھا کر سوتے ہیں جہاں وہ ڈولی دفن کرتے ہو۔ پہلے زمانے میں بینک وغیرہ تو نہ تھے اور نہ ہی نوٹ تھے بلکہ سونے کے پاؤنڈ یا چاندی کے روپے ہوتے تھے۔ اور ان کو مٹی کی ڈولیوں میں ڈال کر زمین میں دفن کر دیتے تھے اور رات کو اپنی چارپائی اوپر ڈال لیتے تاکہ اگر چور آئیں تو مال نکالنے سے پہلے مال والے کو قتل کر ڈالیں۔ اور پھر مال لے جائیں۔ اسلام نے اسی لئے مال کی محبت دلوں سے نکالنے کی تعلیم دی جس کے پاس چالیس روپے ہوں وہ اب لینے والا نہیں بلکہ دینے والا ہے۔ وہ زکوٰۃ ادا کرے دراصل یہ مال ہی کی محبت سب نافرمانیوں کی جڑ اور بنیاد ہے فرمایا: حب الدنیا

راس کل خطیئۃ - موت کے یقین ہو جانے پر انسان صرف ایک ہی بات کی خواہش اور تمنا کرتا ہے اور وہ یہ ہے فَاَصَّدَّقَ وَ اَکُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ط جو مال چھوڑ کر آیا ہے جس کے لئے حرام و حلال میں تمیز نہ کی۔ اللہ کی نافرمانی کی رات اور دن کا آرام قربان کیا اب وہی تو حسن خاتمہ کے لئے رکاوٹ بنا ہوا ہے۔ خاتمہ خراب نظر آ رہا ہے تب ہی تو خواہش کرتا ہے کہ اگر مجھے تھوڑی دیر کے لئے مہلت دی جائے تو میں اپنا سارا مال نیک کاموں میں خرچ کر آؤں تاکہ اس عذاب الیم سے بچ جاؤں - فرمایا:۔ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّیْ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَکْتُ - چنانچہ یہاں بھی فرمایا کہ اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں نچھاور کر دو۔ دفاعی فنڈ اور مجاہد فنڈ میں ناپ تول کر چندہ نہ دو بلکہ سب دیدو۔ اگر ملک باقی ہے وطن باقی ہے تو تم بھی باقی تمہاری عزت عصمت محفوظ تمہاری مسجدیں خانقاہیں محفوظ اگر تم نے مال کو سینے سے چمٹائے رکھا۔ سامان جہاد تیار نہ کیا - مجاہدوں کی امداد نہ کی زخمیوں کی مرہم پٹی نہ کی مجاہدوں کے بال بچوں کی خبر گیری نہ کی تو پھر انجام دیکھ لو گے ؟ شاید یہی راز ہو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رزق کی نشان دہی کرتے ہوئے فرمایا جعل رزقی تحت ظل رمحی نبی اور رسول کا رزق نیزے کے سائے میں ہے - آج کی حالت بھی اسی بات کی شدید متقاضی ہے کہ تمام انفرادی اور اجتماعی منصوبے ملتوی کر کے جہاد پر رقم خرچ کی جائے - سب سے بڑی نیکی - سب سے بڑا راہ تقرب یہی ہے کہ دفاعی منصوبوں کو مکمل کیا جائے - سیرت اور تاریخ اسلامی جاننے والے احباب سے پوشیدہ نہیں کہ مسجد نبوی جہاں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ربِ حقیقی کے سامنے جبینِ نیاز رکھا کرتے تھے - سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی کچی تھی حتیٰ کہ بارش کے دنوں میں صحابہ رض فرماتے ہیں کہ جب امام الانبیاء اسی مسجد میں نماز پڑھا کرتے تھے تو اثر الماء والطین آپ کی جبین اطہر سے ظاہر ہوا کرتا - وہ مسجد مقدسہ زمانہ ابوبکر صدیق رض میں بھی کچی رہی - ایام عمر فاروق رض میں بھی اسی حالت میں تھی - حضرت عثمان رض کے زمانہ میں اس کی وسعت ہوئی جب کہ اسلامی مملکت نصف ایشیا پر چھا چکی تھی - عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اپنے اموال کو جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کرنا اس تجارت کی پہلی سیڑھی ہے - جب مال کی پرواہ نہ کی تو جان کی بازی لگانے سے کب رکو گے - اپنی جانوں کو پروانہ وار جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نچھاور کر دو موت تو ضرور ایک دن آنی ہے - جب آئے گی کوئی روک نہ سکے گا اور اگر نہیں آئی کوئی لا نہیں سکتا - یہ تو مقام شکر ہے کہ ہونے والی بات رائگاں نہ جائے بلکہ کسی کے حوالے ہو کر کسی کے نام پر ہو جائے اور کس قدر خوش مقام ہے وہ انسان جس کی زندگی اللہ کے نام پر قربان ہو جائے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو جب سولی لگایا گیا تو آپ نے مندرجہ ذیل رباعی پڑھی جو بخاری شریف میں موجود ہے:۔

لستُ ابالی حین اقتل مسلما
علی ای شق کان للّٰہ مصرعی
وذالك فی ذات الالٰہ وان یشاء
یبارك علی اوصال شلو ممزعی

واقعی خوش نصیب ہیں وہ جو آقا کے حضور قبول ہو جائیں بھائیو اور بزرگو یہ بہت بڑا مقام اور بڑا مقدس درجہ ہے جس کی قربانی وہ قبول کر لے - وہ کتنا خوش بخت ہے - بعض صحابہ کرام سے ثابت ہے کہ جب ان کو اپنی شہادت کا یقین ہو گیا تو انہوں نے یہ فرمایا فزت ورب الکعبہ اس سے بڑھ کر اور کیا کامیابی ہو سکتی ہے کہ جان اس کی راہ میں قبول ہو جائے - یہ خاک و خون کا بدن اس قدر محترم ہو جائے کہ اس کو مٹی نہ کھا سکے اور محشر میں اس کے بدن سے خون بہتا ہو مگر اس کی خوشبو عنبر سے بھی زیادہ معطر ہو جب تم نے اللہ کا عطا کردہ مال اور اسی کی عطا کردہ جان اس کے راستے میں پیش کر دی تو اب تم کامیاب ہو جاؤ گے - آخر تم انسان ہی تو ہو، خواہشات نفسانی اور خواہشات انسانی تم میں پائی جاتی ہیں - تم نے کتنی غلطیاں کی ہوں گی تم سے کس قدر گناہ سرزد ہوئے ہوں گے - مگر اس تجارت پر تمہیں بشارت دی جاتی ہے کہ اب تمہارے سارے گذشتہ گناہ معاف ہو جائیں گے - تم نے ایسی تجارت بھی کی ہو گی جس کے لئے ارادہ بھی رب العالمین کی نافرمانی کا موجب ہو سکتا ہے اور جس کے لئے ساری تگ و دو حسب ارشاد قرآنی وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ تَصْلٰی نَارًا حَامِیَةً - داخلہ ابدی عذاب کا موجب ہو سکتی ہے - تم نے ایسے مال کے لئے دور و دراز کے سفر کئے ہوں گے جو رب العالمین کی ناراضگی کا باعث ہو سکتا ہے مگر اس تجارت میں تمہارے لئے اتنی بڑی بشارات ہیں کہ جو اور کسی تجارت پر نہیں مل سکتی - جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

جو قدم جہاد کے لئے اٹھائے گئے ان پر پڑنے والی گرد و غبار اور جہنم کا دھواں اکٹھا نہیں ہو سکتا - جو آنکھ اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے کھلی رہی وہ جہنم میں نہیں جا سکتی -

اور اس سے بڑھ کر کیا نفع ہو سکتا ہے جیسا کہ امام محمد نے السیر الکبیر میں اس حدیث کو نقل فرمایا ہے کہ

جو رات ملکی دفاع کے لئے بسر کی جائے اس کا ثواب اس عبادت سے بھی زیادہ ہے کہ جو حجر اسود کے قریب لیلۃ القدر کو کی جائے ۔"

شرکا ربدر کو تو فرما بھی دیا اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اِنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ جب گناہ بخش دئے گئے تو اب داخلہ جنت میں کیا رکاوٹ ہو سکتی ہے - جنت کی رکاوٹ تو صرف گناہوں کی وجہ سے تھی - اور گناہ تو سب مٹ گئے، لیکن یہ بھی یاد رہے کہ یہ صرف وعدہ فردا ہی نہیں بلکہ جس کامرانی اور سربلندی کے لئے تم اس وقت بے تاب ہو وہ بھی تم کو دی جاتی ہے - یہ درست ہے کہ تمہارے پاس اسباب کی کمی ہے - تعداد کم ہے - ذرائع وہ میسر نہیں جو دشمنانِ دین کو میسر ہیں مگر تمہارے لئے نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ موجود ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت حاصل ہو وہ کیوں کر دل شکستہ ہو یا شکست کھا سکے - فرمایا اِنْ یَّنْصُرْکُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَکُمْ جب اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہو تو پھر فتح میں کیا دیر ہے فَتْحٌ قَرِیْبٌ اور یہ بات معمولی نہیں بلکہ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ کے ذمے لگایا جاتا ہے کہ آپ ان کو خوشخبری سنا دیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآنی تعلیمات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، مجاہدین پاکستان کی نصرت و مدد فرمائے، پاکستانی عظمت کا سکہ اقوام عالم پر بٹھا دے اللّٰھم انصر الاسلام والمسلمین واخذل الکفرۃ والمشرکین - اللّٰھم ارحمنا بالقرآن العظیم واجعلہ لنا اماما وھدی ورحمۃ وذکرنا منہ ما نسینا وعلمنا منہ ما جھلنا وارزقنا تلاوتہ آناء اللیل والنھار واجعلہ لنا حجۃ یا رب العالمین -

بقیہ : خطبہ جمعہ

کو ابدی نعمتوں کے حصول کا یقین تھا۔ وہ جانتے تھے کہ ہم جام شہادت نوش کرنے کے بعد زندہ جاوید ہو جائیں گے اور اس لئے وہ موت سے ہرگز ہرگز ہراساں نہ ہوتے تھے -

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی راہ میں ہر قربانی اور جہاد جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا الٰہ العالمین !!

اطلاعات و اعلانات

دورۂ تفسیر

یکم شعبان المعظم ۱۳۸۵ھ سے شروع ہو رہا ہے

قطب الاقطاب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کے اتباع میں معمول کے مطابق اس سال بھی فارغ التحصیل علمائے کرام کا دورۂ تفسیر انجمن خدام الدین کے زیر اہتمام یکم شعبان ۸۵ھ سے شروع ہوگا۔ حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی حضرت شیخ التفسیرؒ کے طریق پر ربطِ آیات کے ساتھ قرآن کریم کی تفسیر پڑھائیں گے۔ قلم، دوات، قیام و طعام اور کاغذ کا انتظام انجمن کی طرف سے ہوگا۔ کامیاب حضرات کو سید العرب والعجم شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مفکر اسلام قائد انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ، محدث اعظم علامہ زماں سید الاتقیاء حضرت مولانا انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، قطب زماں مفسر کبیر، ولی بے نظیر شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی اور حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی مدظلہ العالی کی دستخط شدہ اسناد دی جائیں گی۔ شریک ہونے والے علمائے کرام موسم کے مطابق بستر ہمراہ لائیں۔

ناظم انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

ندوۃ المصنفین کی مطبوعات

لغات القرآن ۔ قصص القرآن ۔ ترجمان السنہ
اخلاق و فلسفہ اخلاق مولانا حفظ الرحمٰنؒ
شاندار ماضی مکمل ۔ مکتوبات شیخ الاسلام حضرت مدنی مکمل چار جلد ۔ نقش حیات مکمل ۔
دیگر مطبوعات کے لیے ہماری طرف رجوع فرمائیے ۔ تاجر حضرات کو خصوصی مراعات حاصل ہیں۔

ناظم
مکتبہ رشیدیہ منٹگمری

غزوات مقدس

اردو لٹریچر میں اپنی نوعیت کی واحد کتاب
از قلم: مولانا محمد عنایت اللہ وارثی مدیر العصر

اس کتاب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں لڑی گئی اسلامی جنگوں پر بالکل انوکھے انداز میں تبصرہ کیا گیا ہے۔ یہ لڑائیاں کیوں ہوئیں؟ کس طرح ہوئیں؟ کیونکر لڑی گئیں؟ اور ان کے نتائج کیا نکلے؟ پاکستان کی اسلامی سلطنت کے اندر مسلمانوں میں صحیح شعور پیدا کرنے کے لئے یہ کتاب تبری حیثیت رکھتی ہے سب پڑھے لکھے احباب اسکا مطالعہ فرمائیں انگریزی دان حضرات کے سامنے انگریز مؤرخین نے اپنی غلط بیانیوں سے اسلام کو محض ایک جنگی تحریک بنا کر رکھ دیا ہے اس کتاب کا مطالعہ از بس ضروری ہے ضخامت ۲۲۸ صفحات قیمت مجلد معہ چار رنگہ گرد پوش عہ علاوہ محصول ڈاک۔

مطبوعات کی مکمل فہرست مفت طلب فرماویں۔

مبارک کمپنی ناشران قرآن مجید وسن پورہ لاہور

سوداگران
انگریزی
ادویات

حبیب میڈیکل سٹور

فون نمبر ۶۸۲۲۲

امپوٹرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز
۱۳۔ نکلسن روڈ۔ قلعہ گوجر سنگھ۔ لاہور

۳۰ رمضان المبارک تک آدھی رعایت

صحاح ستہ کی مشہور کتاب سنن نسائی شریف مع شرح زہرالربیٰ تین جلدوں میں کامل بہترین کتابت وطباعت خوشنما سہ رنگا سرورق ۔ ترجمہ از علامہ وحیدالزمان صاحبؒ جو کہ تقریباً ایک صدی کے بعد طبع ہوئی ہے ۔ کے ہدیہ میں ہم نے صرف اشاعت حدیث اور افادۂ عام کے پیش نظر نصف رعایت کر دی ہے ۔ آج ہی اس عظیم رعایت سے فائدہ اٹھائیے ۔ رعائتی ہدیہ کامل ۱۵ روپے صرف

مکتبہ ایوبیہ ۔ تاجران کتب ۱ے ، ایم ۱۱ کراچی ۱۱

عظیم کتابیں • نصف قیمت

صحیح مسلم مترجم مع شرح نووی کامل	۲۴ روپے
سنن ابن ماجہ شریف کامل اردو	۶ روپے
موطا امام مالکؒ کامل اردو	۶ روپے
غنیۃ الطالبین مترجم کامل	۱۲ روپے
الحیات بعد الممات کامل اردو	۴ روپے
صلوٰۃ النبی کامل اردو	۲ روپے
بلاغ المبین کامل اردو	۲ روپے
حیات علامہ وحیدالزمانؒ کامل اردو	۲ روپے
حج نبوی ۔ حج کے جملہ احکام و دعائیں	۵۰ روپے

تعداد بہت تھوڑی ہے

مکتبہ ایوبیہ ۔ تاجران کتب اے ، ایم ۱۱ کراچی ۱۱

ایجنٹ حضرات
کی توجہ کے لئے

•

ایجنٹ حضرات کو نومبر کے بل روانہ کر دئے ہیں ۔ براہ کرم جلد ارسال فرمائیں ۔

بعض حضرات کے ذمہ کافی رقمیں جمع ہوگئی ہیں ۔ باوجود بار بار یاد دہانی کے **توجہ** نہیں فرماتے ۔ ایسے حضرات کو چاہیئے ۔ کہ فوراً اپنا حساب جلد از جلد بے باق فرمائیں ورنہ **ترسیل بند** کر دی جائے گی

•

بہترین علمی ذخیرہ

تصانیف مولانا سید نورالحسن شاہ بخاری

الاصحاب فی الکتاب (صحابہ کرامؓ قرآن کریم میں) اس کتاب میں صحابہ کرام کے فضائل و محاسن قرآن کریم کی روشنی میں بیان کئے گئے ہیں ۔ قیمت مجلد قسم اعلیٰ چھ روپے پچاس پیسے قسم دوم مجلد پانچ روپے پچاس پیسے

سیرت سیدنا عثمانؓ ارشادات رسولؐ اور روایات حدیث کے بعد تاریخ وطبقات کی نہایت قدیم اور معتبر ترین کتب سے منقول سیدنا عثمانؓ کی مفصل و مکمل سیرت و تاریخ ہے ۔ قیمت مجلد ۵ روپے

شہادت سیدنا عثمانؓ یہ کتاب سیرت عثمانؓ کا دوسرا حصہ ہے آج تک سیرت وشہادت پر اتنی مفصل کتاب کسی نے نہیں لکھی قیمت مجلد ۵ روپے

نبی وصدیق :۔ نبی کریمؐ اور صدیق اکبرؓ کی سیرت طیبہ وطاہرہ میں کامل اتحاد و تشابہ کے پورے دوسو ایمان افروز دلنواز جلوے قیمت تین روپے ۔

مصائب الصحابہ :۔ صحابہ کرامؓ پر کفار ومشرکین کے مظالم وشدائد کی داستانِ خونچکاں قیمت دو روپے ۔

بشریت النبیؐ : کتاب وسنت کی روشنی میں بشریت انبیاء پر مفصل ومدلل اور معقول ومعتدل بحث ! قیمت ۱/۵۰ روپے

عبقات من باب الاستفسارات مؤلفہ : علامہ خالد محمود صاحب ایم اے ۔ ہفت روزہ دعوت میں شائع شدہ تمام استفسارات کا مجموعہ قیمت مجلد ۵ روپے

عقیدہ الامت فی معنی ختم نبوت :۔ مؤلفہ : علامہ خالد محمود صاحب ایم اے ۔ مسئلہ ختم نبوت پر علمی ، تحقیقی اور بلند پایہ فاضلانہ کتاب قیمت ڈیڑھ روپیہ ۔

مسلمان خاوند مسلمان بیوی مؤلفہ : مولانا محمد ادریس انصاری ۔ ازدواجی زندگی پرسکون ماحول گزارنے کیلئے اس کتاب کا مطالعہ نہایت ضروری ہے ۔ کتاب و سنت کی روشنی میں تمام مسائل پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے قیمت تین روپے

تنویرات : مولفہ حافظ نور محمد انور حمد باری تعالیٰ ۔ نعت رسول اکرمؐ ۔ اور مناقب آلؓ و اصحاب رسولؐ کا ایمان افروز مجموعہ قیمت ڈیڑھ روپیہ ۔

نغمات جہاد : اس مجموعے میں شعرائے کرام کی وہ تمام ایمان افروز قومی رزمیہ نظمیں ترانے اور گیت وغیرہ درج ہیں ۔ جو حالیہ جنگ کے موقع پر شعراء نے مجاہدین اسلام کو نذرانہ عقیدت کے طور پر پیش کئے ہیں ۔ سرورق خوبصورت قیمت مجلد ۳ روپے علاوہ محصول ڈاک

دار التصنیف والاشاعت ۱۴ بی شاہ عالم لاہور

دفتر سے پہلے بڑھاپا اچھا نہیں

لوماہیر ڈارکنز

بمعہ فارمولا (۶۰) استعمال کریں

یہ

(۱) ۔ بالوں کو قدرتی سیاہی بخشتا ہے ۔ (۲) سکری کو دور کرتا ہے (۳) بالوں کو گرنے سے روکتا ہے ۔ (۴) دماغ کو سکون دیتا ہے ۔

شیخ عنایت اللہ اینڈ سنز انارکلی لاہور

فون نمبر ۴۲۸۱

مسافر اسلام ہندوستان کے غربت کدے میں

مولانا سید سلیمان ندوی

صحیح حدیث میں ہے۔ ”اسلام کا آغاز مسافرانہ بے کسی میں ہوا اور پھر وہ مسافرانہ بے کسی میں ہوگا، تو مسافرت کے بے کسوں کو مبارک باد ہو“ اسلام کا آغاز اس وقت ہوا جب حق کی آواز بند ہو چکی تھی۔ دینِ ابراہیم علیہ السلام کا وجود سایہ ہو کر رہ گیا تھا، کفر اور شرک کی تاریکی ہر طرف پھیلی تھی، نبوت کا نور چھ صدیوں سے زیر نقاب تھا۔ توحید کی دعوت ایک بیگانہ آواز تھی، جو مسافرانہ بے کسی کے عالم میں محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے بلند ہوئی، پورب، پچھم، دائیں بائیں ہر طرف اس صدائے حق کو اجنبی اور نامانوس سمجھا گیا۔ آواز دینے والے نے حسرت سے چاروں طرف دیکھا اور ہر طرف اس کو وہی بیگانگی، اجنبیت اور مسافرانہ بے کسی کا منظر نظر آیا۔

رفتہ رفتہ یہ اجنبیت دور ہوئی، بیگانگی کافور ہوئی آواز کی کشش اور نوائے حق کی بانسری نے دلوں میں اثر کیا، کان والے سننے لگے، اور جو سننے لگے، سر دھننے لگے۔ یہاں تک کہ وہ دن آیا کہ سارا عرب اس کیف سے معمور اور اس شراب سے مخمور ہوگیا اور اسلام کا مسافر اپنے گھر پہنچ کر اپنے عزیزوں اور دوستوں میں ٹھیر گیا۔

اب وہ قافلہ بن کر آگے چلا۔ عرب کے ریگستانوں سے نکل کر عراق کی نہروں اور شام کے گلستانوں میں پہنچا۔ پھر آگے بڑھا اور ایران کے مرغزاروں اور مصر کی وادیوں میں آکر ٹھہرا۔ اس سے آگے بڑھا تو ایک خراسان و ترکستان ہو کر ہندوستان کے پہاڑوں اور ساحلوں پر اس کا جلوہ نظر آیا اور دوسری طرف افریقہ کے صحراؤں کو طے کر کے اس کا نور بحر ظلمات کے کنارے چمکا۔

اب آہستہ آہستہ قافلے کے لوگ چھٹنے لگے۔ تماشائی تماشا کرتے دور نکل گئے۔ کتنے حسنِ ظاہر کے طلبگار اور طبعی مناظر کے شیفتہ ان تماشوں میں اپنے سفر کے مقصد کو بھول گئے اور جہاں پہنچ گئے وہیں رہ گئے۔

اب وہ مسافر پھر تنہا تھا۔ اس کی آواز میں پھر بیگانگی آگئی۔ صدائے حق صدا بصحرا ہوگئی۔ آخر قافلے کی بانگِ درا خاموش ہوگئی اور کارواں یکسر خوابِ غفلت میں محو ہوگیا۔

اس غفلت کی نیند پہ چار سو برس گزر گئے اور مسافر کے [illegible] ہزارواں برس گزر رہا تھا۔ یہ اکبر کا دور تھا۔ [illegible]یک جادوگر نے آکر بادشاہ کے کان میں منتر پھونکا کہ دینِ عربی کی ہزار سالہ عمر پوری ہوگئی۔ اب وقت ہے کہ ایک شہنشاہ اُمی کے ذریعے نبی امی علیہ الصلوۃ والسلام کا دین منسوخ ہو کر دینِ الٰہی کا ظہور ہو۔ مجوسیوں نے آتش کدے گرماتے، عیسائیوں نے ناقوس بجاتے، برہمنوں نے بت آراستہ کئے اور جوگ اور تصوف نے مل کر کعبے اور بت خانے کو ایک ہی چراغ سے روشن کرنے پر اصرار کیا۔ اس بیچ میل تحریک کا جو اثر ہوا، اس کی تصویر اگر کوئی دیکھنا چاہے تو ”دبستانِ مذاہب“ کا مطالعہ کرے۔ کتنے زنار داروں کے ہاتھوں میں تسبیح اور کتنے تسبیح خوانوں کے گلوں میں زنار نظر آئیں گے! بادشاہی آستانے پر کتنے امیروں کے سر سجدے میں پڑے اور شہنشاہ کے دربار میں کتنے دستار بند کھڑے دکھائی دیں گے اور مسجدوں کے منبر سے یہ صدا سنائی دے گی۔

تَعَالیٰ شَانُہٗ، اَللّٰہُ اَکْبَر!

یہ ہو ہی رہا تھا کہ سرہند کی سمت سے ایک پکارنے والے کی آواز آئی ”راستہ صاف کرو کہ راستے کا چلنے والا آتا ہے“۔ ایک فاروقی مجدد فاروقی شان سے ظاہر ہوا۔ یہ احمد سرہندیؒ تھے۔ جہانگیر کے طوق و سلاسل نے بڑھ کر ان کے قدم لئے اور وہ شاہی قیدی کی حیثیت میں اسیرِ زنداں ہوئے۔ اس یوسفِ زندانی نے بھی یوسف کنعانی کی طرح ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ[۲] کا نعرہ لگایا۔ اس نعرے نے سوتوں کو جگا دیا۔ مسافرِ اسلام کی درا کی دھیمی دھیمی آواز پھر سنائی دینے لگی۔

سرہند کے اس فاروقی مجدد کی آواز نے دلّی کے ایک اور فاروقی خاندان کو گرما دیا۔ یہ شاہ عبدالرحیم دہلوی تھے، جو عالمگیر کے معاصر تھے۔ ان کے صاحبزادے شاہ ولی اللہ ہوتے جن کو ملت نے حکیم الامت کا خطاب دیا۔ یہ اس دوسرے دور کے مجدد ہوتے۔ اس دور میں جس کو ملا، ان سے ملا اور جس نے پایا ان سے پایا[۳]

مجدد سرہندیؒ اور مجدد دہلویؒ کے فضل و کمال اور مجاہدہ و حال کے دو آتشے سے رائے بریلی کے خمکدے میں ایک اور سہ آتشہ تیار ہوا۔ یہ ساداتِ حسنی کا خاندان تھا جس میں مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تعلیمات کا فیض آکر مل گیا تھا۔ اس خاندان کا آغاز شیخ السلام امیر کبیر قطب الدین محمد مدنی سے ہوا جنہوں نے ساتویں صدی ہجری کی ابتدا میں ہندوستان آکر کڑا مانک پور کے نواح میں، جو اس زمانے میں الہ آباد سے پہلے الہ آباد تھا، جہاد کیا۔

اس خاندان کے آخری مورث شاہ سید علم اللہ ہیں جو عالمگیر کے زمانے میں تھے اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مشہور خلیفہ اور جانشین حضرت آدم بنوریؒ کے فیض سے مستفیض اور مشرق کے دیار میں ان کے خلیفۂ خاص تھے۔ اس خاندان کے ممتاز افراد مجدد دہلویؒ کے فیض درس اور فیض صحبت سے سیراب تھے۔ اس طرح اس خاندان میں حضرت مجدد سرہندیؒ اور مجدد دہلویؒ کی برکتیں اور سعادتیں جمع ہوگئیں۔

تیرھویں صدی کا آغاز تھا کہ اس خاندان میں چودھویں کا چاند طلوع ہوا، یعنی سنہ ۱۲۰۱ھ میں مجاہد کبیر حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ہوئی۔ چند سال کے بعد یہ چاند مجاہدہ و عرفان کا آفتاب بن گیا۔

اسی آفتابِ عالمتاب کے انوار و کمالات کی تابش و بینش کو اس دور کے عظیم مصنف و مفکر اور دنیائے اسلام کے مشہور عالمِ دین حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی نے کتابی صورت میں ”سیرتِ سید احمد شہیدؒ“ کے نام سے پیش فرمایا ہے، جس کا مطالعۂ قلوب میں ازدیادِ ایمان اور خلوص و للہیت اور جذبۂ جہاد پیدا کرنے کا باعث بنے گا۔ ہم تمام قارئینِ کرام سے اس کتاب کے مطالعہ کی پُرزور درخواست کرتے ہیں۔ حضرت مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم کی تحریر کردہ سطورِ بالا اسی کتاب کے پیش لفظ کی تلخیص ہیں — کاغذ سفید کتابت طباعت عمدہ قیمت مجلد آٹھ روپے۔ شائقین حضرات مکتبہ القادریہ اہم ایمپرس روڈ لاہور ۵ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

نور محمد انور

بقیہ: اداریہ

ہماری کامیابی و کامرانی کا سرچشمہ بنے گا۔

پس ہمیں چاہئے کہ صرف اُسی ایک قادرِ مطلق کی ذات کے سامنے جھکیں۔ اُسی کے سامنے دستِ سوال دراز کریں اور اسی کی رسی سے مضبوطی کے ساتھ جڑ جائیں۔ تاکہ دنیا کی کوئی طاقت ہمیں شکست نہ دے سکے۔ اور جو طاقت ہم سے ٹکرانے کی ناپاک جسارت کرے خود پاش پاش ہو کر رہ جائے۔

آئیے! ہم سب مل کر اُسی آستانۂ عالی کے بھکاری بنیں۔ جو ساری کائنات کا داتا اور مالک و مختار ہے اور ماضی و حال کے مشاہدات سے سبق حاصل کرتے ہوئے اُسی ذاتِ وحدہٗ لاشریک پر تکیہ کریں اور اپنی منزل کی طرف بڑھتے جائیں۔ اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو۔ آمین!

اسلام زندہ باد۔ پاکستان پائندہ باد

۱۹ر نومبر ۱۹۶۵ء

ٹیلیفون ۶۷۵۴۵

چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انورؔ

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ر مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۲۴۸۱ مورخہ ۷ر ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۳۹/۹/۶۷/۷-۲-۹ DD مورخہ ۲۴-اگست ۱۹۶۴ء

فحرِّضو رجالکم علی القتال

عظمت
تفہیمی
جھنگ
صدر

اے شہیدانِ وطن؟

حافظ نور محمد انورؔ

اے شہیدانِ وطن فخرِ زماں جنت مکاں
ہو گئی حاصل تمہیں واللہ حیاتِ جاوداں

اپنے خون سے تم نے لکھی ہے وطن کی داستاں
بڑھ گئی دُنیا کی نظروں میں تمہاری عز و شاں

تم نے کر دی ہے وطن پر جان تک اپنی نثار
تم پر نازل ہو رہی ہے رحمتِ پروردگار

اے شہیدانِ وطن اے خادمانِ ملک و دیں
اس زمیں پر تم سے بڑھکر کوئی خوش قسمت نہیں

عزم و ہمت کے دکھا کر کارنامے بایقین
ہاں تمہی ٹھہرے ابد تک وارثِ خلدِ بریں

کفر و باطل کو کیا ہے نیست و نابود آج
سر کٹا کر تم نے رکھ لی ہے وطن کی آج لاج

لشکرِ اعداء پہ تم نے اس طرح حملہ کیا
ہر محاذِ جنگ پر اک حشر برپا ہو گیا

دشمنوں کے مورچوں پر زلزلہ طاری ہوا
اور "فخرِ ہند" خون و خاک میں مل کر رہا

تم جہاد فی سبیل اللہ کی تفسیر ہو
سرزمینِ پاک کی توقیر ہو تقدیر ہو

ناز ہے اہلِ وطن کو تم پہ مردانِ جری
کشتِ ملت تم نے اپنے خون سے کر دی ہری

بُت پرستوں نے دکھائی تو بہت جادوگری
کی عطا اللہ نے لیکن تمہی کو برتری

کر دیا جلوہ نما تم نے سلف کی شان کو
ان کی جانبازی کو جوشِ عزم کو ایمان کو

یاد پھر بدر و اُحد کا معرکہ آنے لگا
جوش دل میں خالدؓ و حمزہؓ کا لہرانے لگا

جذبۂ شوقِ شہادت دل کو تڑپانے لگا
دس پہ غالب ایک کا منظر نظر آنے لگا

مردِ مومن کے لیے انورؔ پیامِ جَاهِدُوا
زندگیٔ جاوداں کی ہے حقیقی آبرو!

رجزِ استقلال

ہمارا پاسبان ہے ہمارا ربِ ذوالجلال
لڑیں گے ہم ہزار سال لڑیں گے ہم ہزار سال۔
لڑیں گے ہم ہزار سال

ہمارے ذوالفقار نے کہا تو کیا غلط کہا!
ہزار سال چیز کیا، لڑیں گے صد ہزار سال
لڑیں گے ہم ہزار سال

فنائے کفر کیلئے لڑیں گے ہم علی الدوام
کلامِ پاک میں رقم ہے جب تک آیتِ قتال
لڑیں گے ہم ہزار سال

ہماری جنگ، ظلم کے خلاف اک جہاد ہے
جہادِ حق ہے سرمدی - جہادِ حق ہے لازوال
لڑیں گے ہم ہزار سال

نظامِ کائنات کا ہے ایک دائمی اصول
بقا ہے عدل کے لیے فنا ہے ظلم کا مآل
لڑیں گے ہم ہزار سال

ہمارا مطمحِ نظر ہے حقِّ خود ارادیت
تمہاری بانسری کی لے میں نغمہ ہے، نہ سُر نہ تال۔
لڑیں گے ہم ہزار سال

تمہارے پاس کون ہے فرار سنگھ کے سوا
ہمارے مورچوں میں ہے ہمارا عزمِ بے مثال
لڑیں گے ہم ہزار سال

تم اپنے ٹڈی دل کے بل پہ بیس دن نہ لڑ سکے
خدا کی مٹھی بھر سپہ نے کر دیا تمہیں نڈھال
لڑیں گے ہم ہزار سال

کہاں تمہارے مرہٹے، کہاں تمہارے گورکھے
کہاں تمہارے سورما، کہاں تمہارے راجپال
لڑیں گے ہم ہزار سال

کہاں چھپے ہوئے ہیں وہ تمہارے سیوا سنگھنے
محاذ پر جمع کرو انہیں پلا پلا کے دال
لڑیں گے ہم ہزار سال

ہمارا رب بدد ہے ہمارا حامی و نصیر
ہمارا پاسبان ہے ہمارا ربِّ ذوالجلال
لڑیں گے ہم ہزار سال